ایمان کے بنیادی اصول

شرح أصول الإيمان باللغة الأردية

تالیف

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین

ترجمہ

مشتاق احمد کریمی

موسس وصدر الہلال ایجوکیشنل سوسائٹی

ناشر

مکتب دعوت وتوعیۃ الجالیات بالربوہ، الریاض

سلسلہ مطبوعات الہلال ایجوکیشنل سوسائٹی کٹیہار (۱۰)

نام کتاب : ایمان کے بنیادی اصول

مولف : شیخ محمد بن صالح العثیمین ترجمہ: مشتاق احمد کریمی

سن طبع اول : ۲۰۰۴ء

صفحات : ۵۷

تعداد : ۱۱۰۰

تقسیم کار : معہد حفصہ بنت عمر حاجی پور، کٹیہار ۸۵۴۱۰۵

پروڈکشن : الہلال ایجوکیشنل سوسائٹی کٹیہار، بہار فون ۲۲۵۸۹۶

کمپوزنگ : مکتب دعوت وتوعیۃ الجالیات ربوہ، ریاض

طابع : سرورق ڈیزائن:

قیمت : ۵۰ روپئے

ملنے کا پتہ: ۱۔ معہد حفصہ بنت عمر حاجی پور، کٹیہار، بہار ۸۵۴۱۰۵

۲۔ اپنا کتب خانہ، ایم جی روڈ کٹیہار، بہار ۸۵۴۱۰۵

۳۔ جنرل کتاب گھر، ایم جی روڈ کٹیہار، بہار ۸۵۴۱۰۵

۴۔ مکتبہ ترجمان، مرکزی جمعیت اہل حدیث ۴۱۱۶ جامع مسجد دہلی۔۶

۵۔ مکتبہ جامعہ ابن تیمیہ، مسجد کالے خان، دریا گنج، نئی دہلی

فہرست مضامین

تَمَّتْ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَصَلىّٰ اللّٰهُ عَلىٰ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ

عرضِ مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفىٰ وَسَلاَمٌ عَلىٰ عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفىٰ، أمَّا بَعْدُ :

اسلام عالمگیراورآفاقی دین ہے،اس کی تعلیمات قیامت تک کے ہرزمانہ،کرۂ ارضی کے ہرخطہ اوربنی نوعِ انسانی کے ہرطبقہ کےلوگوں کے لئےمشعلِ راہ وہدایت ہیں اوراللہ نے محمد بن عبداللہﷺ کوتمام جن وانس کے لئےمبعوث فرمایاہے،اورآپ سب کے آخری نبی ورسول ہیں،جن کے بعداب کوئی نبی ورسول آنے والانہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپﷺ کی تعلیمات قیامت تک کی صبح تک جامعیت وکاملیت کالبادہ لئے ہوئے ہیں اورآپﷺ کی ایک بھی تعلیم کائنات کےکسی بھی دورکے عروج وارتقاء،عقلِ سلیم اورعلوم وسائنس سے متصادم نہیں ہے۔

زیرِنظررسالہ عالَم اسلام کےمشہورداعی وفقیہ اورعالِم ربانی شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کی کتاب ﴿**شرح أصول الإيمان**﴾ کاسلیس اردو ترجمہ ہے۔رسالہ کاموضوع ایمانیات ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ،ملائکہ،کتب،رسل،یومِ آخرت اورتقدیرکےخیروشرپرایمان کوبڑے دل نشیں اندازاور خوشنمااسلوب میں بیان کیاگیاہے۔آخرمیں اسلامی ایمانیات کےاغراض ومقاصدکوبھی اجاگرکیاگیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کتابچہ کی افادیت نہ صرف طبقہ ءعلماءوطلباءتک محدودہے،بلکہ یہ عوام،کم پڑھالکھا طبقہ اورغیرمسلم حضرات خصوصاًنومسلم طبقہ کے لئے یکساں طورپربےحدمفیدہے۔

یہی سبب ہے کہ اپنی علمی کم مائیگی وبےبضاعتی کےباوجوداسےسلیس اردوجامہ پہنانےکی جراتِ رندانہ کی گئی ہے۔اورحتیٰ الامکان مشکل الفاظ،دشوارتراکیب اوربیجاقابلیت کی نمائش سےگریزکیاگیاہے۔ شایدکسی ناواقف بھائی،بدعقیدہ مسلم اوربےخبرغیرمسلم برادرکےعقیدہ کی قرآن وسنت کےمطابق بصیرت کےساتھ اصلاح کاسبب بن جائےاورمترجم ومولف اورناشرکےلئےذخیرۂ آخرت وسبب نجات بن جائے۔ **إنَّهُ وَلِيُّ ذٰلِكَ وَهُوَ الْقَادِرُ عَلَيْهِ وَصَلىّٰ اللّٰهُ عَلىٰ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ .**

مخلص طالب دعا/مشتاق احمدکریمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَتُوْبُ إِلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلاَ اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَشَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً، أَمَّا بَعْدُ:

علمِ توحید تمام علوم میں سب سے اشرف، قدر ومنزلت میں سب سے عظیم اور مقصد میں سب سے ضروری علم ہے، کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کے اسماء وصفات اور بندوں پر اس کے حقوق کا علم ہوتا ہے۔ نیز یہی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی کنجی اور اس کی شریعت کی بنیاد واساس ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ تمام رسولوں نے بالاتفاق اسی توحید کی دعوت دی ہے، ارشادِ ربانی ہے: ﴿**وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لاَ إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنَ**﴾ (الانبیاء: ۲۵) ''آپ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، پس تم سب میری عبادت کرو''۔

اللہ تعالیٰ نے خود اپنے لئے وحدانیت کی گواہی دی اور یہی گواہی اس کے لئے اس کے ملائکہ اور اہلِ علم نے بھی دی ہے، ارشادِ الٰہی ہے: ﴿**شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لاَ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلاَئِكَةُ وَأُوْلُوْا الْعِلْمِ قَائِماً بِالْقِسْطِ، لاَ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ**

الْحَكِيْمُ﴾ (آل عمران: ۱۸) ''اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور اہلِ علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور وہ عدل کے ساتھ دنیا کو قائم رکھنے والا ہے، اس غالب وحکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں''۔

جب توحید کا یہ مقام ومرتبہ ہے تو ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ توحید پر اپنی خصوصی توجہ مرکوز کرے، خود سیکھے اور دوسروں کو بھی سکھلائے، اس پر غور وفکر کرے اور اسی کا اعتقاد رکھے، تاکہ وہ اپنے دین کو صحیح بنیاد، پورے یقین واطمینان اور کامل تسلیم ورضا پر قائم کرسکے اور جس کے ثمرات وفوائد سے اپنی دنیوی واخروی سعادت حاصل کرسکے۔

دینِ اسلام: دین اسلام سے مراد وہ دین ہے جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو بھیجا اور آپ ﷺ سے تمام ادیان کو ختم کردیا اور اپنے بندوں کے لئے اسے کامل ومکمل کردیا اور اسی سے بندوں پر اپنی نعمت تمام کردی اور ان کے لئے بطور دین اسے پسند کرلیا۔ اس لئے اسلام کے سوا وہ کسی بھی فرد بشر سے کوئی دوسرا دین قبول نہیں کرے گا، ارشاد ربانی ہے: **﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ﴾** (الاحزاب: ۴۰) ''تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد ﷺ نہیں، لیکن آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: **﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيْناً﴾** (المائدہ: ۳) ''آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کردیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کردیا اور

تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا''۔ نیز اللہ تعالیٰ کا رارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيْناً فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِيْ الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ (آل عمران: ۸۵) ''جوشخص اسلام کے سوااور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا''۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں پر یہ فرض کیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کے لئے یہی دین پسند کریں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کومخاطب کر کے فرمایا: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعاً الَّذِيْ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ، لاَ إِلٰهَ إِلاَّ هُوَ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ فَآمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الأُمِّيِ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۵۸) ''آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبیِ امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آجاؤ''۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لاَيَسْمَعُ بِيْ أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الأُمَّةِ يَهُوْدِيٌّ وَلاَ نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهِ إِلاَّ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ﴾ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے!

اس امت کا کوئی شخص میرے بارے میں نہیں سنتا، خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، پھر وہ اس حالت میں مرجائے کہ وہ اس دین پر ایمان نہ لائے جسے دے کر میں بھیجا گیا ہوں، تو وہ جہنمی ہوگا''۔

محمد ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب ہے تسلیم واطاعت کے ساتھ ہر اس چیز کی تصدیق کرنا جو آپ لے کر آئے ہیں، صرف تصدیق کافی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کا شمار مومنوں میں نہیں کیا گیا، جبکہ وہ آپ کی لائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرتے تھے اور یہ شہادت بھی دیتے تھے کہ اسلام سب سے افضل وبہترین دین ہے۔

دینِ اسلام ان تمام خوبیوں اور مصالح کو شامل ہے جو ادیان سابقہ کے اندر تھے، لیکن یہ اس اعتبار سے ان سے ممتاز ہے کہ اسلام ہر زمانہ میں، ہر جگہ اور ہر قوم وملت کی فلاح و بہبودی کی صلاحیت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا: ﴿**وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِناً عَلَيْهِ**﴾ (المائدہ:۴۸) ''اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے، جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے''۔

اسلام کے ہر زمانہ، ہر جگہ اور ہر قوم وملت کی فلاح و بہبودی کی صلاحیت رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ اس پر مضبوطی کے ساتھ عمل کسی بھی زمانہ میں اور کسی بھی خطہ میں امت کے مصالح کے خلاف نہیں ہے، بلکہ اس پر عمل ہی میں اس کی فلاح و بہبودی

ہے۔اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام ہر زمانہ، یا ہر خطہ، یا ہر قوم کی خواہش ومرضی کا پابند ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کا یہی مطالبہ ہے۔(**أعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا**)۔

دین اسلام وہ حق وسچا دین ہے کہ جو اس کو فی الواقع مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہے گا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ ضمانت لی ہے کہ اس کی نصرت وتائید کرے گا اور اس کو دوسروں پر غالب کردے گا، ارشاد ربانی ہے: ﴿**هُوَ الَّذِيْ أرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدىٰ وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ**﴾ (الصّف:۹) ''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا، تاکہ اسے اور تمام ادیان پر غالب کردے، اگرچہ مشرک ناخوش ہوں''۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿**وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِيْ الأرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِيْ ارْتَضىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أمْناً ، يَعْبُدُوْنَنِيْ لايُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئاً وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأوْلٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ**﴾ (النور:۵۵) ''تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں، اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور ملک کا حاکم بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو حاکم بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے۔اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کرکے جما دے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہرائیں گے،

اس کے بعد بھی جو لوگ کفر کریں، وہ یقیناً فاسق ہیں‘‘۔

دین اسلام عقیدہ و شریعت کا نام ہے اور وہ اپنے عقائد و احکام میں کامل ہے، جو:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی توحید و وحدانیت کا حکم دیتا ہے اور شرک سے منع کرتا ہے۔

۲۔ سچائی کا حکم دیتا ہے اور جھوٹ سے منع کرتا ہے۔

۳۔ عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے اور ظلم و جور سے منع کرتا ہے[۱]۔

۴۔ امانت داری کا حکم دیتا ہے اور خیانت کاری سے منع کرتا ہے۔

۵۔ وفاداری کا حکم دیتا ہے اور بے وفائی و غداری سے منع کرتا ہے۔

۶۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے اور ان کی نافرمانی سے منع کرتا ہے۔

۷۔ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور ان سے قطع تعلق کو منع کرتا ہے۔

۸۔ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے اور برے سلوک سے منع کرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اسلام تمام اچھے اخلاق کا حکم دیتا ہے اور ہر برے اور گھٹیا اخلاق سے منع کرتا ہے، نیز تمام نیک اعمال کا حکم دیتا ہے اور ہر برے عمل سے منع کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿**إِنَّ اللّٰـهَ يَأْمُرُ بِا الْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وإِيْتَاءِ ذِيْ الْقُرْبىٰ وَيَنْهىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَر وَالْبَغْيِ، يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ**

....

(۱) ہم مثل چیزوں میں مساوات و برابری اور باہم مختلف چیزوں میں ان کے آپسی فرق وتفاوت کے مطابق حق دینے کا نام ’’عدل وانصاف‘‘ ہے۔ مطلق مساوات و برابری کا نام عدل نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام مطلق مساوات کا دین ہے۔ کیونکہ باہم مختلف چیزوں میں مساوات و برابری عین ظلم ہے جو یقیناً اسلام لے کر نہیں آیا ہے، اور نہ ایسا کرنے والوں کو اچھا کہا جائے گا۔ (از مولف)۔

تَذَكَّرُوْنَ﴾ (النحل: ۹۰) ''اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے، وہ خود تمہیں نصیحت کررہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو''۔

ارکان اسلام

ارکان اسلام ان بنیادوں کو کہتے ہیں جن پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے، وہ پانچ ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **﴿بُنِيَ الإسْلاَمُ عَلىٰ خَمْسٍ: شَهَادَةُ أنْ لاَ إلٰهَ إلَّا اللّٰهُ وَأنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، وَإقَامُ الصَّلاَةِ، وَإيْتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصِيَامُ رَمَضَانَ، وَالْحَجُّ﴾** ''اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے: (۱) اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ (۲) نماز قائم کرنا۔ (۳) زکوٰۃ ادا کرنا۔ (۴) رمضان کے روزے رکھنا۔ (۵) حج کرنا''۔ ایک آدمی نے کہا کہ حج اور رمضان کے روزے رکھنا، تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں، رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا''۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایسا ہی سنا ہے''۔ (متفق علیہ، اور الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)۔

۱۔ شہادت لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ: یہ ہے کہ دل میں پختہ عقیدہ رکھا جائے اور زبان کی شہادت سے اس کی تعبیر ہو، گویا عقیدہ کی پختگی کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو۔ اس شہادت کو ایک رکن مانا گیا، جبکہ جس بات کی شہادت دی جارہی

ہے وہ دو ہیں، تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے پہنچانے والے ہیں، اس لئے آپ ﷺ کی عبدیت و رسالت کی شہادت گویا لا الہ الا اللہ کی شہادت کا تکملہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں شہادتیں اعمال کی صحت وقبولیت کی بنیاد ہیں، کیونکہ عمل کی صحت وقبولیت اخلاص للہ اور متابعت رسول اللہ ﷺ کے بغیر ممکن نہیں، گویا اخلاص للہ سے ''لا الہ الا اللہ'' کی شہادت متحقق ہوتی ہے اور متابعت رسول سے ''محمد عبدہ ورسولہ'' کی شہادت ثابت ہوتی ہے۔

شہادتین کے ثمرات وفوائد: اس عظیم شہادت کے ثمرات وفوائد میں سے ایک یہ ہے کہ دل وجان مخلوق کی غلامی سے آزاد اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ دوسروں کی پیروی واتباع سے نجات پا جاتے ہیں۔

۲۔ نماز قائم کرنا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ذریعہ مخصوص اوقات اور خاص ہیئت میں پورے کمال واستقامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔

نماز کے ثمرات وفوائد: اس کے ثمرات وفوائد میں شرحِ صدر، آنکھوں کی ٹھنڈک اور بے حیائی وفحش باتوں سے اجتناب ہے۔

۳۔ زکوٰۃ ادا کرنا: اس کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہونے والے اموال میں متعین مقدار خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔

زکوٰۃ کے ثمرات وفوائد: اس کے ثمرات وفوائد میں ایک نفس کو بخل جیسے گھٹیا اخلاق سے پاک کرنا اور اسلام ومسلمانوں کی ضرورت کو پوری کرنا ہے۔

۴۔ رمضان کے روزے رکھنا: اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے دنوں

میں کھانے پینے اور خواہشات سے خود کو روک کر اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالانا۔

روزے کے ثمرات وفوائد: اس کے ثمرات وفوائد میں ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے نفس کو مرغوب باتوں اور محبوب چیزوں کے چھوڑنے پر عادی بنانا ہے۔

۵۔ بیت اللہ کا حج کرنا: اس کا مطلب یہ ہے کہ حج کے ارکان ادا کرنے کے لئے بیت اللہ کے قصد وارادہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالانا۔

حج کے ثمرات وفوائد: اس کے ثمرات وفوائد میں نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مالی وجسمانی کوششوں کو صرف کرنے پر عادی بنانا ہے۔ اسی لئے حج کو جہاد فی سبیل اللہ کی ایک قسم قرار دیا گیا ہے۔

اسلام کی بنیادوں کے جو ثمرات وفوائد ہم نے بیان کئے ہیں، یا جو بیان سے رہ گئے ہیں، یہ امت اسلامیہ کو ایک پاکیزہ امت وملت بناتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے سچے دین کو مانے گی اور مخلوق کے ساتھ صدق وانصاف کا معاملہ کرے گی، کیونکہ ان کے علاوہ اسلام کے دوسرے احکام اسی وقت درست ہو سکتے ہیں، جب یہ مذکورہ بنیاد درست ہوں گی۔ اور امت اسلامیہ کے حالات اس وقت سدھر سکتے ہیں، جب اس کے دینی معاملات درست ہوں گے اور جس تناسب سے اس سے دینی معاملات چھوٹ جائیں گے، اسی تناسب سے اس کے حالات بگڑتے چلے جائیں گے۔ اور جو شخص اس بات کو واضح طور پر دیکھنا چاہے، وہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان کو پڑھے: ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرىٰ آمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ

السَّمَاءِ وَالأَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ، أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتاً وَهُمْ نَائِمُوْنَ، أَوَ أَمِنَ أَهْلُ الْقُرىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحىً وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ، أَفَأَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلاَ يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ﴾ (الاعراف:۹۶تا۹۹)''اوراگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے ،تو ہم ان پرآسمان وزمین کی برکتیں کھول دیتے۔لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑلیا۔کیا پھربھی ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بےفکر ہوگئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آپڑے جس وقت وہ سوتے ہوں۔اورکیا ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بےفکر ہوگئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن دوپہرے آپڑے جس وقت کہ وہ اپنے کھیلوں میں مشغول ہوں۔ کیا پس وہ اللہ کی اس پکڑ سے بےفکر ہوگئے،سواللہ کی پکڑ سے بجز ان کے جن کی شامت ہی آگئی ہواورکوئی بےفکرنہیں ہوتا''۔اورگزشتہ امتوں کی تاریخ اٹھاکردیکھ لے، کیونکہ تاریخ میں عقل والوں کے لئے عبرت ہےاوران کے لئے بصیرت ہے جن کے دلوں میں حجاب نہ حائل ہو،اوراللہ تعالیٰ ہی سے مددطلب کی جاتی ہے۔

اسلامی عقائد کی بنیادیں

پہلے گزرچکا ہے کہ دین اسلام عقیدہ وشریعت کا نام ہےاورہم اس کے بعض احکام کی طرف اشارہ کرآئے ہیں اوربعض ان ارکان کوبھی بیان کرآئے ہیں جوان

احکام کے لئے بنیادو اساس کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اسلامی عقیدہ کی بنیاد اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کے ملائکہ پر ایمان، اس کی کتابوں پر ایمان، اس کے رسولوں پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان اور تقدیر کے خیر وشر پر ایمان پر ہے۔ اور ان بنیادوں پر کتاب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سنت دلالت کرتے ہیں: ارشاد ربانی ہے: ﴿**لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ**﴾ (البقرہ:۱۷۷) ''ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں، بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، ملائکہ پر، کتاب اللہ پر، اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو''۔ اور اللہ تعالیٰ تقدیر کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿**إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ، وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ**﴾ (القمر:۴۹تا۵۰) ''بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک مقررہ اندازہ پر پیدا کیا ہے اور ہمارا حکم صرف ایک دفعہ کا ایک کلمہ ہی ہوتا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا''۔ اور سنت رسول میں نبی کریم ﷺ نے جبریل علیہ السلام کے سوال کے جواب میں فرمایا، جب انہوں نے آپ ﷺ سے ایمان کے بارے میں دریافت کیا: ﴿**اَلإِيْمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ**﴾ (مسلم) ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے ملائکہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، اور یوم آخرت پر ایمان لاؤ، نیز تقدیر کے خیر وشر پر ایمان لاؤ''۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان

اللہ تعالیٰ پر ایمان میں چار امور شامل ہیں:

اولاً: اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان: اللہ تعالیٰ کے وجود پر فطرت، عقل، شریعت اور انسانی حس و مشاہدہ دلالت کرتے ہیں:

۱۔ اللہ کے وجود پر فطرت کی دلالت: کیونکہ ہر مخلوق پیشگی غور و فکر اور تعلیم کے بغیر اپنے خالق کے وجود پر ایمان کی فطرت پر پیدا ہوئی ہے اور اس فطری تقاضہ سے صرف وہی شخص پھر سکتا ہے جس نے اپنے قلب و دماغ پر ایسی بات سوار کر لی ہو جو اس کو اس کی اس فطرت سے پھیر دے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلىٰ الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ﴾ (بخاری) ''ہر کوئی بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی، یا نصرانی، یا مجوسی بنا دیتے ہیں''۔

۲۔ اللہ کے وجود پر عقل کی دلالت: اس وجہ سے کہ تمام اگلے و پچھلے مخلوقات کے لئے ضروری ہے کہ ان کا کوئی خالق ہو، جو ان کو وجود میں لائے، کیونکہ ان کا اپنے آپ کو وجود میں لانا ناممکن ہے اور یہ بھی محال ہے کہ وہ اچانک وجود میں آجائیں۔ اپنے آپ کو وجود میں لانا اس لئے ناممکن ہے کہ کوئی چیز اپنے آپ کو پیدا نہیں کر سکتی، کیونکہ وہ اپنے وجود سے پہلے معدوم تھی، تو پھر وہ کیسے خالق ہو سکتی ہے؟ اور کوئی چیز یکایک وجود میں بھی نہیں آسکتی، کیونکہ ہر حادث کے لئے

مُحدِث کا ہونا ضروری ہے، اور اس لئے بھی کہ کائنات کا یہ انوکھا نظام، اس کے باہم ایک دوسرے کے ساتھ مضبوط یگانگت واتحاد، اسباب ومسببات کے مابین گہرا ربط اور خود کائنات کی ایک دوسرے کے ساتھ گہرا نظم وضبط، قطعی طور پر اس بات کا انکار کررہا ہے کہ اس کا وجود اچانک کسی دھماکہ کے ساتھ ہوجائے۔ کیونکہ دھماکہ کے ساتھ اچانک وجود میں آنے والی چیز اپنے اصل وجود میں بے ہنگم وغیر منظّم اور منتشر وپراگندہ ہوتی ہے، پھر وہ اپنے وجود وبقا اور ارتقاء میں اتنا منظّم اور مربوط کیسے ہوسکتی ہے؟ اور جب یہ ممکن ہی نہیں کہ مخلوق اپنے آپ کو وجود میں لائے اور نہ یہ ممکن ہے کہ اس کا وجود دھماکہ کے ساتھ اچانک ہوجائے، تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس کا مُوجِد کوئی ذات ہے اور وہی اللہ رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عقلی اور قطعی دلیل کو سورۂ طور میں بیان کیا ہے، ارشاد ہے: ﴿**أَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ**﴾ (الطّور: ۳۵) ''یا وہ بلا کسی چیز کے پیدا ہوگئے ہیں، یا وہ خود اپنے خالق ہیں''۔ یعنی نہ وہ بلا خالق کے پیدا ہوئے ہیں اور نہ انہوں نے اپنے آپ کو پیدا کیا ہے! پھر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور یہی سبب ہے جب جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے ایمان لانے سے پہلے نبی کریم ﷺ سے سورۂ طور کی درج ذیل آیات پڑھتے ہوئے سنا: ﴿**أَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ، أَمْ خَلَقُوْا السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ بَلْ لاَ يُوْقِنُوْنَ، أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّکَ أَمْ هُمُ الْمُسَيْطِرُوْنَ**﴾ (الطّور: ۳۵ تا ۳۷) ''کیا یہ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہوگئے ہیں، یا یہ خود پیدا

کرنے والے ہیں؟ کیا انہوں نے ہی آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں، یا کیا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں، یا یہ ان پر داروغہ ہیں؟''، وہ فرماتے ہیں کہ: ''قریب تھا کہ میرا دل اڑ جائے گا اور اسی وقت پہلی بار میرے دل میں ایمان نے گھر کرلیا تھا''۔ (بخاری مفرقاً)۔

اس کی مزید وضاحت کے لئے ایک مثال لیں۔ مثلاً کوئی شخص آپ سے یہ بیان کرے کہ ایک خوبصورت ومضبوط محل ہے، اس کے چاروں طرف باغات ہیں، ان کے درمیان نہریں جاری ہیں، اس میں خوبصورت فرش بچھے ہوئے ہیں اور تخت بھی لگے ہوئے ہیں اور اس محل کو نہایت خوبصورت نقش ونگار اور زینت سے سجایا گیا ہے، اتنا بیان کرنے کے بعد وہ یہ کہے کہ: ''یہ محل اور اس کی یہ ساری خوبصورتی خود بخود وجود میں آگئی ہے''، یا یہ کہے: ''یہ محل بلا کسی موجد کے اچانک وجود میں آگئی ہے''، تو آپ فوراً اس شخص کو جھٹلا دیں گے، اس کا انکار کردیں گے اور اس کی بات کو احمقانہ بات شمار کریں گے، تو پھر یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ یہ وسیع کائنات کا انوکھا نظام، زمین وآسمان اور ان کی ساری چیزیں خود بخود وجود میں آجائیں؟ یا کسی مُوجِد کے بغیر اچانک وجود میں آجائیں؟۔

۳۔ اللہ کے وجود پر شریعت کی دلالت: وہ اس طرح کہ تمام آسمانی کتابیں اللہ تعالیٰ کے وجود پر زندہ ثبوت ہیں، کیونکہ ان کتابوں میں مخلوق کی مصلحت پر مشتمل جو احکام ہیں وہ اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ رب حکیم کی طرف سے آئے ہوئے احکام ہیں، جو اپنے مخلوق کی مصلحت سے بخوبی واقف ہے۔ نیز ان کتابوں

میں کچھ اخبار ایسے بھی ہیں جن کی سچائی کی شہادت حقائق و واقعات دیتے ہیں، جو اس امر کی بین دلیل ہے کہ یہ اخبار اس رب کی طرف سے آئے ہیں جو ان کو وجود میں لانے پر بخوبی قادر ہے۔

۴۔اللہ کے وجود پر حس ومشاہدہ کی دلالت: یہ دلالت دو طرح سے ہے:

پہلی صورت: ہم سنتے آئے ہیں اور مشاہدہ بھی شاہد ہے کہ دعا کرنے والوں کی دعا قبول ہو جاتی ہے اور مصیبت زدہ شخص کی عین وقت پر مدد آ جاتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے وجود پر قطعی دلیل ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿**وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ**﴾ (الانبیاء:۷۶)

''اور نوح کے اس وقت کو یاد کیجئے جبکہ اس نے اس سے پہلے دعا کی، ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑے کرب سے نجات دی''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿**إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ**﴾ (الانفال:۹)

''اس وقت کو یاد کرو جبکہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی''۔ اور صحیح بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''جمعہ کے دن ایک اعرابی داخل ہوا اور دورانِ خطبہ اس نے نبی کریم ﷺ سے کہا: ''اے اللہ کے رسول! اموال ہلاک ہو گئے، بال بچے بھوکے رہ گئے، اس لئے آپ ہمارے لئے دعا کریں۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو دعا کے لئے اٹھایا اور اس وقت آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو ابھی نہیں رکھا تھا کہ بادل پہاڑوں کی

مانند امڈ آیا، پھر آپ ﷺ اپنے منبر پر سے نہیں اترے کہ میں نے دیکھا کہ پانی کے قطرے آپ ﷺ کی داڑھی مبارک سے ٹپک رہے تھے''۔ پھر اگلے جمعہ کو وہی اعرابی یا کوئی دوسرا شخص اٹھا اور کہا: ''اے اللہ کے رسول! مکانات گر گئے اور اموال غرق ہو گئے، اس لئے آپ ہمارے لئے دعا کریں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور فرمایا: ''اے اللہ! یہ بارش ہمارے آس پاس ہو اور ہمارے اوپر نہ ہو''۔ آپ ﷺ جس طرف اشارہ کرتے تھے ادھر سے بارش چھٹ جاتی تھی''۔

اور آج تک یہ سلسلۂ مشاہدہ جاری ہے کہ اس شخص کی دعا قبول ہوئی اور ہو جاتی ہے، جس نے صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی ہو اور دعا کی قبولیت کے شرائط پورے کئے ہوں۔

دوسری صورت: انبیائے کرام کے معجزات۔ جنہیں لوگ مشاہدہ کرتے ہیں، یا جن کے متعلق سنتے ہیں۔ ان کے بھیجنے والے یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود پر قطعی دلیل ہیں، کیونکہ معجزات ایسے خارق عادت امور ہوتے ہیں جو انسانی طاقت واختیار سے باہر ہوتے ہیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی تائید و مدد کے طور پر جاری فرما دیتا ہے، اس کی مثال موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی لاٹھی دریا میں مارنے کے لئے کہا، انہوں نے دریا میں لاٹھی ماری تو بارہ خشکی کے راستے نکل آئے اور پانی دونوں طرف پہاڑ کی طرح کھڑا ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **﴿فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ﴾** (الشعراء:٦٣) ''ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر

اپنی لکڑی مار، پس اسی وقت دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ پانی کا بڑے پہاڑ کی مانند ہوگیا''۔ دوسری مثال عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے، کیونکہ وہ مُردوں کو زندہ کرتے اور اللہ کے حکم سے ان کو قبروں سے نکالتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿وَأُحْيِيْ الْمَوْتىٰ بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ (آل عمران: ۴۹) ''اور میں اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتا ہوں''۔ نیز فرمایا: ﴿وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتىٰ بِإِذْنِيْ﴾ (المائدہ: ۱۱۰) ''اور جب تم میرے حکم سے مُردوں کو نکالتے تھے''۔ تیسری مثال محمد ﷺ کی ہے، جب آپ ﷺ سے قریش نے معجزہ طلب کیا تو آپ ﷺ نے چاند کی طرف اشارہ کیا، چاند دو ٹکڑوں میں شق ہوگیا اور لوگوں نے اس منظر کو دیکھا، اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ، وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ﴾ (القمر: ۱ تا ۲) ''قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہوگیا، یہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ چلتا ہوا جادو ہے''۔

یہ محسوس معجزات جو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی تائید ونصرت میں جاری کرتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ کے وجود پر قطعی دلالت کرتے ہیں۔

ثانیاً: اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان: یعنی اللہ ہی تنہا رب ہے، اس کا کوئی شریک ہے نہ مددگار۔ ''رب'' اس ذات کو کہتے ہیں جس کے ہاتھ میں پیدا کرنا، کائنات چلانا، اور فرمان جاری کرنا ہے۔ اس لئے اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں، اس کے علاوہ کوئی مالک نہیں اور حکم صرف اسی کا چلے گا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ألا لَـهُ الْخَلْقُ وَالأمْرُ﴾ (الاعراف:۵۴) ''یاد رکھو! اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا''۔ نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿ذٰلِـكُـمُ الـلّٰـهُ رَبُّـكُـمْ،لَهُ الْـمُـلْـكُ ، وَالَّـذِيْـنَ تَـدْعُـوْنَ مِـنْ دُوْنِــهِ مَـايَـمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ (فاطر:۱۳) ''یہی ہے اللہ، تم سب کا پالنے والا، اسی کی سلطنت ہے، جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں''۔

اور یہ معلوم نہیں ہے کہ کسی بھی مخلوق نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا انکار کیا ہو، مگر یہ کہ وہ ہٹ دھرم ہو اور وہ جو کچھ کہہ رہا ہے دل سے اس کا معتقد نہ ہو۔ جیسا کہ فرعون کے ساتھ ہوا اس نے اپنی قوم سے کہا: ﴿أنَــا رَبُّـــكُـــمُ الأعْـلـــىٰ﴾ (النازعات:۲۴) ''میں ہی تمہارا بڑا رب ہوں''۔ نیز فرمایا: ﴿يَـا أيُّـهَـا الْـمَلأ مَـاعَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إلٰهٍ غَيْرِيْ﴾ (القصص:۳۸) ''اے درباریو! میں تو اپنے سوا کسی کو تمہارا معبود نہیں جانتا''۔ لیکن یہ اس کے عقیدہ کی بنیاد پر نہیں تھا، اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَـحَـدُوْا بِـهَـا وَاسْتَيْـقَـنَـتْـهَـا أنْـفُـسُـهُـمْ ظُلْماً وَعُـلُـوًّا﴾ (النمل:۱۴) ''انہوں نے ظلم وغرور کی بنا پر ان نشانیوں کا انکار کر دیا، حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے''۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا: ﴿لَـقَـدْ عَـلِـمْـتَ مَا أنْزَلَ هٰؤُلاَءِ إلَّا رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالأرْضِ بَصَائِرَ وَإنِّیْ لَأظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ مَثْبُوْراً﴾ (الاسراء:۱۰۲) ''یہ تو تجھے علم ہو چکا ہے کہ آسمان وزمین کے رب ہی نے یہ معجزے دکھانے سمجھانے کو نازل فرمائے ہیں، اے فرعون! میں تو سمجھ رہا ہوں کہ تو یقیناً برباد وہلاک کیا گیا ہے''۔

اور یہی سبب ہے کہ مشرکینِ مکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتے تھے، جبکہ الوہیت میں اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **﴿قُلْ لِمَنِ الأَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ، سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ، قُلْ أَفَلاَتَذَكَّرُوْنَ، قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ، قُلْ أَفَلاَ تَتَّقُوْنَ، قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيْرُ وَلاَ يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ، سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ، قُلْ فَأَنّٰى تُسْحَرُوْنَ﴾** (المؤمنون: ۸۴تا۸۹) ''اے نبی! پوچھئے تو سہی کہ زمین اور اس کی کل چیزیں کس کی ہیں؟ بتلاؤ اگر تم جانتے ہو۔ فوراً جواب دیں گے کہ اللہ کی، کہہ دیجئے کہ پھر تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے، دریافت کیجئے کہ ساتوں آسمانوں کا اور بہت باعظمت عرش کا رب کون ہے؟ وہ جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے، کہہ دیجئے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟ پوچھئے کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ میں ہے؟ جو پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلہ میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا، اگر تم جانتے ہو تو بتلادو، یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے، کہہ دیجئے پھر تم کدھر جادو کر دیئے جاتے ہو''۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ، لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُمُ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ﴾** (الزخرف: ۹) ''اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا کہ انہیں غالب ودانا اللہ ہی نے پیدا کیا ہے''۔ نیز فرمایا: **﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ، لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ، فَأَنّٰى**

يُؤفَكُوْنَ﴾ (الزخرف: ۸۷) ''اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے، پھر یہ کہاں الٹے جاتے ہیں''۔

اور اللہ تعالیٰ کا حکم امورِ کائنات اور امورِ شریعت دونوں کو شامل ہے، جس طرح وہ کائنات کا نظام چلانے والا ہے اور اس میں اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے، اسی طرح وہ اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق اس میں عبادات ومعاملات کے احکام کا قانون بنانے والا ہے۔ اس لئے جو شخص عبادات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریعت ساز بنائے، یا معاملات میں فیصلہ کرنے والا سمجھے، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اور ایمان کا حق ادا نہیں کیا۔

ثالثاً: اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان: یعنی اللہ تعالیٰ ہی واحد معبود برحق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ ''الٰہ'' کا معنیٰ کامل محبت وتعظیم کے ساتھ معبود کے ہے، ارشادِ ربانی ہے: **﴿وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ، لاَ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾** (البقرہ: ۱۶۳) ''تم سب کا معبود ایک اللہ ہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے''۔ نیز ارشادِ الٰہی ہے: **﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لاَ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلاَئِكَةُ وَأُوْلُوْا الْعِلْمِ قَائِماً بِالْقِسْطِ، لاَ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾** (آل عمران: ۱۸) ''اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور اہلِ علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور وہ عدل کے ساتھ دنیا کو قائم رکھنے والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں''۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس کو بھی معبود بنا لیا جائے اور اللہ

کو چھوڑ کر اس کی عبادت کی جائے، اس کی الوہیت باطل ہے، ارشاد ربانی ہے:
﴿ذٰلِکَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ، وَأَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰـهَ هُـوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ (الحج:٦٢) ''یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور بے شک اللہ ہی بلندی والا کبریائی والا ہے''۔ اور باطل معبودوں کو ''الٰہ'' نام دے دینے سے انہیں الوہیت کا حق حاصل نہیں ہوجاتا، اللہ تعالیٰ نے ''لات''، ''عزیٰ'' اور ''مناۃ'' کے بارے میں فرمایا: **﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوْهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾** (النجم:٢٣) ''دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ان کے رکھ لئے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری''۔ اور اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں بیان کیا کہ انہوں نے جیل کے دونوں ساتھیوں سے فرمایا: **﴿أَأَرْبَـابٌ مُتَفَـرِّقُـوْنَ خَيْـرٌ أَمِ اللّٰـهُ الْوَاحِدُ الْـقَهَّـارُ، مَـا تَـعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوْهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَاأَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾** (یوسف:٣٩ تا ٤٠) ''اے میرے قیدخانہ کے ساتھیو! کیا متفرق کئی ایک رب بہتر ہیں، یا ایک اللہ زبردست طاقتور؟ اس کے سوا جن کی تم عبادت کررہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لئے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی''۔ اسی لئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قوم سے ایک ہی بات کہتے تھے: **﴿اُعْبُدُوْا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ﴾** (الاعراف:٥٩) ''تم اللہ کی عبادت

کرو، اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں''۔

لیکن مشرکین نے اس کا انکار کیا اور اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا لئے جن کی وہ اللہ کے ساتھ عبادت کرتے تھے اور ان سے مدد وفریاد طلب کرتے تھے۔ مشرکوں کی اس معبود سازی کو اللہ تعالیٰ نے دو عقلی دلیلوں سے باطل قرار دیا ہے:

پہلی دلیل: جن کو ان لوگوں نے معبود ٹھہرایا تھا ان میں الوہیت والی کوئی خوبی یا خصوصیت نہیں ہے، یہ تو خود مخلوق ہیں، دوسرے کو پیدا کر سکتے ہیں اور نہ اپنے پجاریوں کو کچھ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ان سے کوئی ضرر دور کر سکتے ہیں، نہ ہی موت وحیات کا اختیار رکھتے ہیں اور آسمانوں کی بادشاہی بھی ان کے پاس نہیں اور نہ اس میں کسی بات میں شریک ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿**وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهِ آلِهَةً لاَيَخْلُقُوْنَ شَيْئاً وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ، وَلاَيَمْلِكُوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَراًّ وَلاَ نَفْعاً وَلاَيَمْلِكُوْنَ مَوْتاً وَلاَ حَيَاةً وَلاَنُشُوْراً**﴾ (الفرقان:۳)''ان لوگون نے اللہ کے سوا جنہیں اپنے معبود ٹھہرا رکھے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کردہ ہیں، یہ تو اپنی جان کے نقصان نفع کا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ موت وحیات کے اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں''۔ نیز فرمایا: ﴿**قُلِ ادْعُوْا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لاَيَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِيْ السَّمٰوَاتِ وَلاَ فِيْ الأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيْرٍ، وَلاَتَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلاَّ لِمَنْ أَذِنَ لَهُ**﴾ (السبأ:۲۲تا۲۳)''کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے سب کو پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمین میں

سے ایک ذرہ کا اختیار ہے نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے، نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے، درخواست شفاعت بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی، بجز ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے''۔ نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿أَيُشْرِكُوْنَ مَا لاَيَخْلُقُ شَيْئاً وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلاَيَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْراً وَلاَ أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ﴾ (الاعراف:۱۹۱ تا ۱۹۲) ''کیا ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہ کر سکیں اور وہ خود ہی پیدا کیے گئے ہوں، اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے''۔ جب ان معبودوں کی اپنی یہ حالت ہے تو ان کو اپنا معبود بنانا سب سے بڑی حماقت اور سب سے بڑی باطل حرکت ہے۔

دوسری دلیل: یہ مشرک اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی تنہا رب اور خالق ہے، اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے، وہی پناہ دیتا ہے، اس کے خلاف پناہ دیا نہیں جا سکتا۔ ان حقائق کو تسلیم کرنے کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جس طرح ربوبیت میں اللہ تعالیٰ کو ایک مانا تھا، اسی طرح اس کو الوہیت میں بھی ایک مانتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ، الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الأَرْضَ فِرَاشاً وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقاً لَكُمْ فَلاَ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ أَنْدَاداً وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ:۲۱ تا ۲۲) ''اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تمہارا بچاؤ ہے۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا

اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں رزق دی۔ خبر دار باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو"۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ (الزخرف: ۸۷) "اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے، پھر یہ کہاں الٹے جاتے ہیں"۔ نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ أَمْ مَنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الأَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ، فَقُلْ أَفَلَاتَتَّقُوْنَ، فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ (یونس: ۳۱ تا ۳۲) "آپ کہئے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان وزمین سے رزق پہنچاتا ہے، یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ! تو ان سے کہئے کہ پھر کیوں نہیں پرہیز کرتے؟ سو یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب حقیقی ہے، پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے، پھر کہاں پھرے جاتے ہو"۔

رابعاً: اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان: یعنی ہر اس نام وصفت کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اپنی کتاب میں، یا اس کے رسول ﷺ نے سنت میں بیان کیا ہے، اس طرح ثابت ماننا جو اس کی شایان شان ہے، نہ اس میں تحریف کرے، نہ اس کا انکار کرے، نہ اس کی کیفیت بیان کرے اور نہ مخلوق کے ساتھ اس کو تشبیہ دے، اللہ

تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ الأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوْا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۸۰) ''اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں، سوتم اس کو انہی ناموں سے پکارو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کیئے کی ضرور سزا ملے گی''۔ نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَهُ الْمَثَلُ الأَعْلٰى فِيْ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (الروم: ۲۷) ''اسی کی بہترین اور اعلیٰ صفت ہے آسمانوں میں اور زمین میں بھی، اور وہی ذی عزت غلبہ والا حکمت والا ہے''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ (الشوریٰ: ۱۱) ''اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سنتا دیکھتا ہے''۔

اور اسماء وصفات کے باب میں دو گروہ گمراہ ہو گئے ہیں:

پہلا گروہ: معطلہ کا گروہ ہے جس نے تمام اسماء وصفات، یا بعض کا انکار کیا، ان کا گمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ان اسماء وصفات کو ثابت ماننے میں تشبیہ لازم آتی ہے، بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کا مخلوق کے مشابہ ہونا لازم آتا ہے۔ ان کا یہ خیال دو وجہوں سے غلط اور باطل ہے:

پہلی وجہ: اسماء وصفات کے انکار سے کئی اور باطل باتیں لازم آتی ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کے کلام میں تضاد، اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اسماء وصفات بیان کئے ہیں اور اس امر کی نفی کی ہے کہ اس کے مثل کوئی چیز ہے۔ اب اگر اسماء وصفات کے اثبات سے مخلوق کے ساتھ تشبیہ لازم آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے کلام

میں تضاد اور باہم ایک دوسرے کی تکذیب وتردید لازم آئے گی، جو محال ہے۔

دوسری وجہ: دو چیزوں کا آپس میں کسی نام، یا صفت میں متحد ہونے سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دونوں حقیقت میں آپس میں ہم مثل بھی ہیں۔ آپ دو آدمیوں کو دیکھیں، دونوں سننے، دیکھنے اور بات کرنے میں متحد ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ دونوں کا سننا، دیکھنا اور بات کرنا بعینہ اور ہو بہو ایک جیسا ہے۔ اسی طرح آپ حیوانات کو بھی دیکھ لیں، اس کے بھی ہاتھ، پیر اور آنکھیں ہوتی ہیں، ان کے ان صفات میں متحد ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہاتھی کی آنکھ بالکل گائے جیسی ہے، یا شیر کا پیر ہاتھی جیسا ہے۔ جب مخلوقات میں یہ فرق بالکل واضح ہے جبکہ وہ مذکورہ صفات میں متحد ہیں، تو پھر خالق ومخلوق کے اسماء وصفات ہم مثل کیسے ہو سکتے ہیں؟ بلکہ خالق ومخلوق کے مابین فرق وامتیاز تو اور نمایاں اور بڑا ہونا چاہیئے۔

دوسرا گروہ: مشبہہ کا ہے، انہوں نے اللہ کے لئے اسماء وصفات کو ثابت تو مانا، مگر اللہ کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا۔ ان کا خیال ہے کہ یہی نصوص کی دلالتوں کا تقاضا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کی سمجھ کے مطابق خطاب کرتا ہے۔ یہ خیال بھی متعدد وجوہ سے غلط و باطل ہے:

پہلی وجہ: مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مشابہت انتہائی غلط اور باطل بات ہے جسے عقل وشریعت باطل قرار دیتے ہیں، پھر کیسے یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ کتاب وسنت کے نصوص غلط و باطل بات کا متقاضی ہوں۔

دوسری وجہ: اللہ تعالیٰ نے اصل معنیٰ میں بندوں کی عقل وفہم کے مطابق خطاب

کیا ہے، حقیقت وکیفیت میں نہیں ۔ کیونکہ ان اسماء وصفات کی حقیقت وکیفیت ان امور میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس محفوظ رکھا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ ''سمیع'' ہے، تو اصل معنیٰ کے اعتبار سے ''سمع'' کا معنیٰ معلوم ہے اور وہ ہے'' آواز کو جان لینا''، لیکن اللہ تعالیٰ کے ''سمع'' کے تعلق سے اس کی حقیقت معلوم نہیں ہے، کیونکہ ''سمع'' کی حقیقت میں فرق ہوتا ہے، یہاں تک کہ مخلوقات کے سننے میں بھی فرق ہے، پھر اللہ تعالیٰ و مخلوق کے سننے میں تو بہت ہی بڑا اور نمایاں فرق ہونا چاہئے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں بتایا کہ وہ اپنے عرش پر مستوی ہے، تو اصل معنیٰ کے اعتبار سے ''استواء'' کا معنیٰ تو معلوم ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے اپنے عرش پر مستوی ہونے کے تعلق سے ''استواء'' کی حقیقت معلوم نہیں ہے۔ اس لئے کہ مخلوقات کے حق میں ''استواء'' کی حقیقت میں فرق ہے، مثلاً ساکن وغیر متحرک کرسی پر بیٹھنا، بدکنے والے اونٹ کے کجاوے پر بیٹھنے کی مثل ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس لئے جب مخلوق کے تعلق سے یہ اسماء وصفات مختلف ہوتے ہیں، تو پھر خالق و مخلوق کے مابین تو بہت ہی زیادہ نمایاں اور بڑا فرق و امتیاز ہونا چاہئے۔

مذکورہ تفصیل کے مطابق اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے مومنوں کو بڑے ثمرات وفوائد حاصل ہوتے ہیں، جن میں:

پہلا ثمرہ: مومن کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی ایسی وحدانیت بیٹھ جاتی ہے کہ وہ دوسروں سے امید لگا سکتا ہے، نہ خوف کھا سکتا ہے اور نہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت

وبندگی کرسکتا ہے۔

دوسرا ثمرہ: مومن کے قلب میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ وصفات علیا کے تقاضوں کے مطابق اس کی کامل محبت اور تعظیم وتکریم پیدا ہو جاتی ہے۔

تیسرا ثمرہ: وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی پر مرمٹتا ہے، اس نے جو حکم دیا ہے، اسے بجالاتا ہے اور جس سے اس نے منع کیا ہے، اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔

ملائکہ پر ایمان

ملائکہ: عالم غیبی میں اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار مخلوق ہیں، ان کے اندر ربوبیت والوہیت کے حقائق وخصائص میں سے کچھ بھی نہیں پائے جاتے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا کیا ہے اور ان کے اندر اپنے احکام کی کامل اطاعت اور ان کو نافذ کرنے کی زبردست قوت ودیعت کی ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿**وَمَنْ عِنْدَهُ لاَيَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلاَ يَسْتَحْسِرُوْنَ، يُسَبِّحُوْنَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لاَيَفْتُرُوْنَ**﴾ (الانبیاء: ۱۹ تا ۲۰) ''اور جو اللہ کے پاس ہیں، وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ دن رات تسبیح بیان کرتے ہیں اور ذرا سی بھی کاہلی نہیں کرتے''۔

اور ملائکہ کی بہت بڑی تعداد ہے جن کا علم وشمار اللہ ہی کو معلوم ہے۔ صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی معراج والی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے لئے آسمان میں ''بیت معمور'' کو ظاہر کیا گیا، جس میں ہر دن ستر ہزار ملائکہ نماز ادا

کرتے ہیں اور جب نماز سے فارغ ہو کر نکلتے ہیں تو قیامت تک دوبارہ ان کو اس میں نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملتا۔

اور ملائکہ پر ایمان میں چار باتیں داخل ہیں:

۱۔ ملائکہ کے وجود پر ایمان۔

۲۔ جن ملائکہ کا نام ہمیں معلوم ہے ان پر ان کے نام کے ساتھ ایمان، مثلاً جبریل علیہ السلام، اور جن کا نام ہمیں نہیں بتایا گیا، ان پر اجمالی ایمان۔

۳۔ جن کی جن صفات کا ہمیں علم ہے، ان پر ان کی صفات کے ساتھ ایمان، مثلاً جبریل علیہ السلام کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ آپ ﷺ نے ان کو ان کی اصل صورت میں دیکھا جس پر ان کی تخلیق ہوئی ہے، تو ان کے چھ سو پَر تھے اور پورے افق پر چھائے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے کبھی ملائکہ انسانی صورت بدل کر ظاہر ہوتے ہیں، مثلاً جبریل علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا، تو وہ ان کے سامنے ایک متوازن تندرست آدمی کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ نیز جب وہ صحابہ کرام کی مجلس میں نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے، تو ایسے آدمی کی شکل میں آئے جس کے کپڑے نہایت سفید تھے، بال نہایت کالے تھے، اس پر سفر کے آثار نہیں ظاہر ہو رہے تھے اور نہ انہیں کوئی پہچان رہا تھا۔ وہ نبی کریم ﷺ کے قریب بیٹھ گئے اور اپنے گھٹنوں کو آپ ﷺ کے گھٹنوں کے ساتھ ٹیک دیا اور اپنی ہتھیلی آپ کی ران پر رکھ دی اور آپ ﷺ سے ایمان، احسان، قیامت اور اس کے علامتوں کے

بارے میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے ان کے سوالوں کا جواب دیا۔ پھر وہ چلے گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ جبریل تھے، تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے''۔ (مسلم)۔ نیز اللہ تعالیٰ نے جن ملائکہ کو ابراہیم ولوط علیہما السلام کے پاس بھیجا تھا، وہ مَردوں کی صورت میں تھے۔

۴۔ ہمیں ان کے جن وظائف واعمال کے بارے میں علم ہے، ان پر ایمان جو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انجام دیتے ہیں، مثلاً اللہ کی تسبیح اور بلا اکتائے اور بلا کسی کاہلی وسستی کے اس کی عبادت بجالانا۔

اور بعض ملائکہ کے خاص وظائف بھی ہیں، مثلاً جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی وحی کے امین ہیں اور انبیاء ورسولوں کے پاس اللہ کی وحی لے کر آتے ہیں۔

اور جیسے میکائیل علیہ السلام، جو بارش اور کھیتی وہریالی اگانے پر مامور ہیں۔

اور جیسے اسرافیل علیہ السلام جو قیامت اور پھر دوبارہ مخلوق کے اٹھنے کے وقت صور میں پھونک مارنے پر مامور ہیں۔

اور جیسے ملک الموت عزرائیل علیہ السلام جو موت کے وقت روح قبض کرنے پر مامور ہیں۔

اور جیسے مالک علیہ السلام جو جہنم کے داروغہ ہیں اور اس پر مامور ہیں۔

اور جیسے وہ ملائکہ جو ماں کے رحم میں بچوں پر مامور ہیں، جب بچہ ماں کے پیٹ میں چار ماہ کا ہوجاتا ہے تو اس کے پاس اللہ کچھ ملائکہ بھیجتا ہے اور انہیں حکم ہوتا ہے کہ وہ بچہ کی روزی، موت، عمل اور نیک وبدبخت ہونا لکھ دیں۔

اور جیسے وہ ملائکہ جو انسانوں کے اعمال کا حساب وریکارڈ لکھنے پر مامور ہیں، یہ دو ہوتے ہیں اور ہر آدمی کے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف ہوتا ہے۔

اور جیسے وہ ملائکہ جو میت کی باز پرس اور سوال وجواب پر مامور ہیں۔ جب میت کو قبر میں دفنا دیا جاتا ہے، تو اس کے پاس دو ملائکہ آتے ہیں اور اس سے اس کے رب، دین اور نبی کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

ملائکہ پر ایمان کے بہت سارے عظیم ثمرات وفوائد ہیں، جن میں:

پہلا ثمرہ: اس سے اللہ تعالیٰ کی قوت وعظمت اور عظیم بادشاہت کا علم ہوتا ہے، کیونکہ مخلوق کی عظمت خالق کی عظمت کے تابع ہے۔

دوسرا ثمرہ: اللہ تعالیٰ کے انسانوں پر خصوصی توجہ وعنایت پر شکر گزاری واحسان مندی، کیونکہ اس نے بعض ملائکہ کو اس کام پر مامور کیا ہے کہ وہ ان کے اعمال کو لکھیں اور ریکارڈ کریں، نیز ان کے منافع ومصالح کے دیگر کام انجام دیں۔

تیسرا ثمرہ: ملائکہ سے محبت اور ان کی تعظیم وتکریم، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نہایت مکرم بندے ہیں اور اس کی عبادت وبندگی بجالاتے ہیں۔

بعض منحرف وگمراہ لوگوں نے ملائکہ کے وجود اور ان کے مخلوق ہونے کا انکار کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ ملائکہ مخلوقات میں مخفی خیر کی قوت کا نام ہے، کوئی مستقل مخلوق نہیں ہیں۔ یہ بات کتاب وسنت اور اجماع امت کی تکذیب ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلاَئِكَةِ رُسُلاً أُوْلِیْ أَجْنِحَةٍ مَثْنیٰ وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ**﴾ (فاطر:۱) ''اس اللہ کے لئے تمام

تعریفیں جو ابتداء آسمانوں وزمین کا پیدا کرنے والا اور دو دو، تین تین اور چار چار پَروں والے ملائکہ کو اپنا قاصد بنانے والا ہے"۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَوْ تَرىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الْمَلاَئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ﴾ (الانفال: ۵۰) "کاش تو دیکھتا جبکہ ملائکہ کافروں کی روح قبض کرتے ہیں، ان کے منہ اور چوتڑوں پر مارتے ہیں"۔ نیز ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ تَرىٰ إِذِ الظَّالِمُوْنَ فِيْ غَمَرَاتِ الْمُوْتِ وَالْمَلاَئِكَةُ بَاسِطُوْا أَيْدِيْهِمْ، أَخْرِجُوْا أَنْفُسَكُمْ﴾ (الانعام: ۹۳) "اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہونگے اور ملائکہ اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہونگے کہ تم اپنی جانوں کو نکالو"۔ نیز ارشاد باری ہے: ﴿حَتّٰى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوْا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ (سبأ: ۲۳) "یہاں تک کہ جب ان ملائکہ کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ علی و کبیر ہے"۔ اور اہل جنت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالْمَلاَئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ، سَلاَمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبىٰ الدَّارِ﴾ (الرعد: ۲۳ تا ۲۴) "اور ملائکہ ان کے پاس ہر دروازہ سے آئیں گے کہیں گے، تم پر سلامتی ہو اس کے بدلہ جو تم نے صبر کیا پس کیا ہی اچھا بدلہ ہے اس گھر کا"۔

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادىٰ جِبْرِيْلَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

فُلاَناً فَأَحِبَّهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ، فَيُنَادِیْ جِبْرِيْلُ فِیْ أَهْلِ السَّمَاءِ أَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلاَناً فَأَحِبُّوْهُ ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِیْ الأَرْضِ﴾ ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ اللہ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے، اس لئے تم اس سے محبت کرو، چنانچہ جبریل علیہ السلام اس بندہ سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر جبریل علیہ السلام آسمان والوں میں پکار کر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، اس لئے تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ آسمان والے اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اس کے لئے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے''۔

اور صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **﴿إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ كَانَ عَلٰى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ الْمَلاَئِكَةُ يَكْتُبُوْنَ الأَوَّلَ فَالأَوَّلَ، فَإِذَا جَلَسَ الإِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ وَجَاءُ وْا يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ﴾** ''جب جمعہ کا دن ہوتا ہے، مسجد کے دروازہ پر ملائکہ کھڑے ہوجاتے ہیں، پہلے آنے والوں کو یکے بعد دیگرے لکھتے رہتے ہیں۔ پھر جب امام خطبہ کے لئے بیٹھ جاتا ہے تو اپنے رجسٹروں کو بند کر لیتے ہیں اور خطبہ سننے آجاتے ہیں''۔

مذکورہ بالا قرآن وسنت کے نصوص پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ اس بات پر صریح دلالت کرتے ہیں کہ ملائکہ اللہ کی ایک مخلوق ہیں، ان کے اجسام ہیں اور وہ کسی معنوی قوتِ خیر کا نام نہیں ہیں، جیسا کہ منحرف اور گمراہ لوگوں کا خیالِ باطل

ہے۔ اور انہی نصوص کے تقاضوں کے مطابق امت اسلامیہ نے ملائکہ کے وجود اور ان کے مخلوق ہونے پر اتفاق واجماع کیا ہے۔

کتابوں پر ایمان

''کتب'' کتاب کی جمع ہے، جس کا معنیٰ لکھی ہوئی چیز کے ہے۔ یہاں کتاب سے مراد وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر رحم کھا کر ان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے اپنے رسولوں پر نازل فرمائی، تاکہ وہ دنیا وآخرت کی سعادت وکامرانی حاصل کریں۔

کتابوں پر ایمان میں چار باتیں داخل ہیں:

اولاً: اس بات پر ایمان کہ حقیقت میں ان کا نزول اللہ کی طرف سے ہوا ہے۔

ثانیاً: جن کتابوں کا نام ہمیں معلوم ہے، ان پر ان کے ناموں کے ساتھ ایمان۔ جیسے ''قرآن'' جو ہمارے رسول محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ ''توریت'' جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، ''انجیل'' جو عیسیٰ علیہ السلام پر اتری اور ''زبور'' جو داؤد علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ ان کتابوں کے علاوہ جن کتابوں کا نام ہمیں معلوم نہیں، ہم ان پر اجمالی ایمان رکھتے ہیں۔

ثالثاً: ان کتابوں میں بیان کردہ صحیح خبروں کی تصدیق، جیسے قرآن کی خبریں، نیز کتب سابقہ کی وہ خبریں جن میں کسی قسم کی تبدیلی کی گئی اور نہ ان میں کوئی تحریف ہوئی۔

رابعاً: ان کے غیر منسوخ احکام پر عمل اور ان کی تسلیم ورضا، خواہ ان کی حکمت

ہماری سمجھ میں آئے، یا نہ آئے۔ اور تمام کتب سابقہ قرآن مجید کے آجانے کے بعد منسوخ کردی گئیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْکَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِناً عَلَيْهِ﴾ (المائدہ: ۴۸) ''ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے، جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کی محافظ ہے''۔ اس بنا پر کتب سابقہ کے کسی بھی حکم پر اس وقت تک عمل جائز و درست نہیں ہوگا جب تک وہ صحیح نہ ہو اور قرآن اس کی تائید و اقرار نہ کرے۔

کتابوں پر ایمان کے متعدد عظیم ثمرات وفوائد ہیں جن میں:

پہلا ثمرہ: بندوں پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت وتوجہ کا علم کہ اس نے ہر قوم کے لئے کتاب نازل فرمائی تاکہ وہ اس سے ہدایت ورہنمائی حاصل کرے۔

دوسرا ثمرہ: اللہ تعالیٰ کی شریعت میں اس کی حکمت کا علم کہ اس نے ہر قوم کے لئے اس کے مناسب حال شریعت بنائی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجاً﴾ (المائدہ: ۴۸) ''تم میں سے ہر قوم کے لئے ہم نے ایک شریعت اور ایک راہ مقرر کردی ہے''۔

تیسرا ثمرہ: اللہ تعالیٰ کے اس نعمت کی قدردانی اور شکر گزاری۔

رسولوں پر ایمان

''رسل'' رسول کی جمع ہے، جس کا معنیٰ کسی چیز کو پہنچانے کے لئے بھیجے گئے

قاصد کے ہے۔ یہاں رسول سے مراد وہ معصوم انسان ہے جس کے پاس کسی شریعت کی وحی کی گئی اور اسے اس کو پہنچانے پر مامور کیا گیا۔ پہلا رسول نوح علیہ السلام ہیں اور آخری رسول محمد ﷺ ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿**إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ**﴾ (النساء: ۱۶۳) ''یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے، جیسے نوح اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی تھی''۔

صحیح بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی شفاعت والی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ میدانِ حشر میں لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے کہ وہ ان کے لئے شفاعت کریں، تو وہ عذر کر دیں گے اور کہیں گے: ﴿**اِئْتُوْا نُوْحاً أَوَّلَ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ**﴾ ''تم نوح کے پاس جاؤ، وہ پہلے رسول ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا''۔ اور پھر پوری حدیث بیان فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا: ﴿**مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ**﴾ (الاحزاب: ۴۰) ''محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں''۔

اور کوئی بھی امت رسول سے خالی نہیں ہے، جسے اللہ تعالیٰ مستقل شریعت دے کر بھیجتا ہے، یا نبی سے خالی نہیں ہے، جس کے پاس اس سے پہلے کے رسول کی شریعت کی وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ اس کی تجدید کرے۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿**وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَسُوْلاً أَنِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوْا الطَّاغُوْتَ**﴾

(النحل:۳۶) ''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچتے رہو''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلاَ فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ (فاطر:۲۴) ''اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی کہ جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو''۔ نیز ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيْهَا هُدىً وَنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ أَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا﴾ (المائدہ:۴۴) ''ہم نے توریت نازل کی جس میں نور وہدایت ہے، یہودیوں میں اسی توریت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ماننے والے انبیاء فیصلہ کرتے تھے''۔

تمام رسول انسان اور مخلوق ہوتے ہیں، ان کو ربوبیت والوہیت کے کچھ بھی خصوصیات واختیارات حاصل نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کے سردار اور اس کے نزدیک سب سے زیادہ جاہ ومرتبہ والے رسول محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا: ﴿قُلْ لاَ أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعاً وَلاَ ضَراً إِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ وَبَشِيْرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ﴾ (الاعراف:۱۸۸) ''اے نبی! آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو، اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی مضرت بھی مجھ پر واقع نہ ہوتی۔ میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں''۔ نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿قُلْ إِنِّيْ لاَأَمْلِكُ لَكُمْ ضَراً وَلاَ رَشَداً، قُلْ إِنِّيْ لَنْ

يُجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ أحَدُ وَلَنْ أجِدَ مِنْ دُوْنِهِ مُلْتَحَداً ﴾ (الجن: ۲۱ تا ۲۲)
''اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان نفع کا اختیار نہیں، کہہ دیجئے کہ مجھے ہرگز ہرگز کوئی اللہ سے بچا نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی نہیں پا سکتا''۔

اور رسولوں کو تمام انسانی خصوصیات جیسے بیماری، موت، کھانے پینے کی حاجت وغیرہ لاحق ہوتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کی تعریف ان الفاظ میں کی، ارشاد ربانی ہے: ﴿**وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ**﴾ (الشعراء: ۷۹ تا ۸۱) ''وہی اللہ ہے جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے، اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے شفا عطا کرتا ہے، اور وہی مجھے مار ڈالے گا، پھر زندہ کر دے گا''۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿**إنَّمَا أنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أنْسىٰ كَمَا تَنْسَوْنَ فَإذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ**﴾ (بخاری: ۳۹۲) ''میں تو تمہارے ہی جیسا انسان ہوں، بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو، اس لئے جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلا دینا''۔ نیز رسول اللہ کی عبودیت و بندگی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں، ان کی تعریف اللہ تعالیٰ نے خود کی ہے، چنانچہ نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿**إنَّهُ كَانَ عَبْداً شَكُوْراً**﴾ (الاسراء: ۳) ''وہ ایک شکر گزار بندہ تھے''۔ نیز ہمارے نبی محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا: ﴿**تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلىٰ عَبْدِهِ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْراً**﴾ (الفرقان: ۱) ''بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر

فرقان نازل فرمایا، تاکہ وہ سارے عالم والوں کے ڈرانے والا بن جائے''۔ نیز ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ، إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ﴾ (ص: ۴۵ تا ۴۷) ''ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق و یعقوب کا بھی لوگوں سے ذکر کرو، جو ہاتھ و آنکھ والے تھے، ہم نے انہیں ایک امتیازی بات یعنی آخرت کی یاد کے ساتھ مخصوص کردیا تھا، یہ سب ہمارے نزدیک برگزیدہ و بہترین لوگ تھے''۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿إِنْ هُوَ عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ (الزخرف: ۵۹) ''وہ تو صرف ایک بندہ ہی ہیں، جن پر ہم نے احسان کیا اور انہیں بنی اسرائیل کے لئے نشان قدرت بنایا''۔

رسولوں پر ایمان میں چار امور داخل ہیں:

پہلا امر: اس بات پر ایمان کہ ان کی نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حق ہے۔ جو شخص ان میں سے کسی ایک رسول کا انکار کرے، تو گویا اس نے سارے رسولوں کا انکار کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ﴾ (الشعراء: ۱۰۵) ''قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا''۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قوم نوح کو تمام رسولوں کو جھٹلانے والا قرار دیا، جبکہ ان لوگوں نے صرف نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا اور اس زمانہ میں دوسرا کوئی رسول بھی نہیں تھا۔ اس بنا پر جن نصرانیوں نے ہمارے نبی محمد ﷺ کو جھٹلایا اور آپ ﷺ کا اتباع نہیں کیا

وہ عیسیٰ علیہ السلام کے جھٹلانے والے اور ان کے متبع نہیں ہیں۔ خاص طور سے جبکہ خود انہوں نے ان کو نبی ﷺ کی بشارت سنائی تھی اور ان کو بشارت سنانے کا مطلب اس کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ ﷺ ان کی طرف رسول ہیں، آپ ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کو گمراہی سے نکالے گا اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت دے گا۔

دوسرا امر: جن رسولوں کا نام ہمیں معلوم ہے، ان پر ان کے ناموں کے ساتھ ایمان۔ جیسے محمد، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ ونوح علیہم السلام اور یہ پانچوں ''اولوالعزم'' رسول کے ساتھ موسوم ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کا قرآن میں دو جگہوں پر ذکر کیا ہے، سورۂ احزاب میں فرمایا: ﴿**وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوْحٍ وَإِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسىٰ وَعِيْسىٰ بْنِ مَرْيَمَ**﴾ (الاحزاب: ۷) ''اور جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا بالخصوص آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے''۔ اور سورہ الشوریٰ میں فرمایا: ﴿**شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهِ نُوْحاً وَالَّذِيْ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسىٰ وَعِيْسىٰ أَنْ أَقِيْمُوْا الدِّيْنَ وَلَاتَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ**﴾ (الشوریٰ: ۱۳) ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی شریعت مقرر کر دی ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جو بذریعہ وحی ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا''۔

اور رسولوں میں جن کا نام ہمیں معلوم نہیں ہے، ان پر اجمالی ایمان رکھتے ہیں،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**وَلَقَدْ أرْسَلْنَا رُسُلاً مِنْ قَبْلِکَ مِنْھُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْھُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ**﴾ (غافر: ۷۸) ''یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں، جن میں سے بعض کے واقعات ہم آپ کو سنا چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے قصے تو ہم نے آپ کو سنائے ہی نہیں''۔

تیسرا امر: رسولوں کی صحیح خبروں کی تصدیق اور ان پر ایمان۔

چوتھا امر: ان میں جو ہمارے پاس رسول بنا کر بھیجا گیا، اس کی شریعت پر عمل اور وہ خاتم النبیین محمد ﷺ ہیں، جو تمام انسانوں کی طرف بھیجے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**فَلاَ وَرَبِّکَ لاَیُؤْمِنُوْنَ حَتیّٰ یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لاَیَجِدُوْا فِیْ أنْفُسِھِمْ حَرَجاً مِمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً**﴾ (النساء: ٦٥) ''قسم ہے تیرے رب کی! یہ ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمان برداری کے ساتھ قبول کر لیں''۔

رسولوں پر ایمان کے بہت سارے عظیم ثمرات وفوائد ہیں جن میں:

پہلا ثمرہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بندوں پر اس کے فضل وکرم کا علم کہ اس نے ان کے پاس رسول بھیجے تاکہ وہ ان کو صراط مستقیم کی ہدایت دیں اور یہ بیان کر دیں کہ وہ اللہ کی عبادت کیسے کریں گے، کیونکہ انسان کی عقل عبادت کی معرفت میں مستقل بالذات نہیں ہے۔

دوسرا ثمرہ: اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر و امتنان۔

تیسرا ثمرہ: رسولوں سے محبت، ان کی تعظیم و تکریم اور ان کی شایان شان تعریف، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، وہ اللہ کی عبادت پر آخری دم تک قائم و دائم رہے، اس کے پیغام کو بندوں تک پہنچا دیا اور ان کی ہر معاملہ میں خیر خواہی کی۔

کچھ دشمنان رسول نے ان کو جھٹلایا، ان کا زعم باطل ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے رسول کیسے ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس باطل گمان کو غلط ٹھہرایا، ارشاد ربانی ہے: ﴿**وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوْا إِذْ جَاءَ هُمُ الْهُدىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوْا أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَراً رَسُوْلاً، قُلْ لَوْكَانَ فِيْ الأَرْضِ مَلائِكَةٌ يَمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكاً رَسُوْلاً**﴾ (الاسراء:۹۴ تا ۹۵) ''لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی کہ انہوں نے کہا: کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا؟ آپ کہہ دیں کہ! اگر زمین پر ملائکہ چلتے پھرتے اور رہتے بستے، تو ہم بھی ان کے پاس کسی فرشتہ ہی کو رسول بنا کر بھیجتے''۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال کو باطل قرار دیا کہ رسول کا انسان ہونا ضروری ہے، کیونکہ وہ اہلِ زمین کے پاس بھیجا گیا ہے اور اہلِ زمین انسان ہیں۔ اگر اہلِ زمین ملائکہ ہوتے، تو اللہ تعالیٰ آسمان سے ان پر ملائکہ رسول بنا کر بھیجتا، تاکہ وہ ان کے ہم مثل ہو سکیں۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو جھٹلانے والوں کے بارے میں بھی بیان کی، ارشاد ربانی ہے: ﴿**إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا تُرِيْدُوْنَ أَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُوْنَا**

بِسُلْطَانٍ مُبِيْنٍ، قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ (ابراھیم: ۱۰ تا ۱۱) ''تم تو ہمارے جیسے انسان ہو، تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان خداؤں کی عبادت سے روک دو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے، اچھا تو ہمارے سامنے کوئی کھلی دلیل پیش کرو، ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ یہ تو سچ ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے، اللہ کے حکم کے بغیر ہماری مجال نہیں کہ ہم کوئی معجزہ تمہیں لا دکھائیں''۔

یوم آخرت پر ایمان

یوم آخرت سے مراد قیامت کا دن ہے جس دن لوگوں کو حساب و کتاب اور جزا وسزا کے لئے اٹھایا جائے گا۔ اسے یوم آخرت اس لئے کہتے ہیں کہ جب اہل جنت اپنی منزلوں میں اور اہل جہنم اپنے ٹھکانوں میں چلے جائیں گے تو اس کے بعد کوئی دن نہیں ہوگا۔

یوم آخرت پر ایمان تین باتوں کو شامل ہیں:

اولاً: بعث ونشور پر ایمان: اور وہ یہ ہے کہ مُردوں کو زندہ کیا جائے گا، جب صور میں دوسری مرتبہ پھونک ماری جائے گی اس وقت سارے انسان رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے، ننگے پاؤں بغیر جوتے کے، ننگے بدن بغیر لباس

اور بغیر ختنہ کے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ وَعْداً عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ﴾ (الانبیاء: ۱۰۴) ''جیسے کہ ہم نے اول دفعہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے، یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور کر کے رہیں گے''۔

اور قیامت کے دن اٹھایا جانا حق وثابت ہے، جس پر کتاب وسنت اور اجماع امت دلالت کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ، ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾ (المومنون: ۱۵ تا ۱۶) ''اس کے بعد پھر تم یقیناً مر جانے والے ہو، پھر قیامت کے دن بلا شبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے''۔ نیز نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً غُرْلاً﴾ (متفق علیہ) ''قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں اور بے ختنہ اٹھائے جائیں گے''۔ اور بعث ونشور کے ثبوت پر تمام مسلمانوں نے اجماع کیا ہے۔ اور یہی حکمت کا تقاضہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے ایک معاد کا دن مقرر کرے جس دن وہ ان کو ان اعمال کا بدلہ دے جن کا اس نے اپنے رسولوں کی زبانی ان کو مکلّف بنایا تھا۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثاً وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَاتُرْجَعُوْنَ﴾ (المؤمنون: ۱۱۵) ''کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے''۔ اور اپنے رسول محمد ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلٰى مَعَادٍ﴾ (القصص: ۸۵) ''جس اللہ نے آپ پر قرآن کی تبلیغ فرض

کی ہے وہ آپ کو دوبارہ معاد کی طرف لوٹانے والا ہے''۔

ثانیاً: حساب وکتاب اور جزا وسزا پر ایمان: بندہ سے اس کے عمل کا حساب لیا جائے گا اور اس پر اس کو بدلہ دیا جائے گا، اس پر کتاب وسنت اور اجماع امت دلالت کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: **﴿إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ﴾** (الغاشیہ: ۲۵ تا ۲۶) ''ہمارے پاس ان کو لوٹ کر آنا ہے، پھر ہمارے اوپر ان کا حساب لینا ہے''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: **﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾** (الانعام: ۱۶۰) ''جو نیکی لے کر آئے اسے اس کا دس گنا دیا جائے گا اور جو برائی لے کر آئے اسے صرف اس کا مثل بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں ہوگا''۔ نیز ارشاد ربانی ہے: **﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ﴾** (الانبیاء: ۴۷) ''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو قائم کریں گے، پھر کسی نفس پر ظلم نہیں ہوگا۔ اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی عمل ہو تو ہم اسے لا حاضر کریں گے اور ہم حساب کے لئے کافی ہیں''۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مومن کو قریب کرے گا اور اس پر اپنا پردہ ڈال دے گا اور چھپا لے گا۔ اس سے کہے گا: کیا تم اس گناہ کو جانتے ہو؟ اور فلاں گناہ کو جانتے ہو؟ مومن کہے گا: ضرور اے میرے رب! یہاں تک کہ جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر لے گا اور یقین

کر لے گا کہ اب وہ ہلاک ہونے والا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا: میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈال رکھا تھا اور آج میں انہیں بخش دیتا ہوں۔ پھر اسے اس کی نیکیوں کا نامہ اعمال دیا جائے گا۔ البتہ کفار ومنافقین کو تمام مخلوق کے سامنے پکار کر کہا جائے گا: یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا، سن لو! ظالموں پر اللہ کی لعنت''۔ (بخاری: ۲۳۰۹)۔

اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿**أَنَّ مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلىٰ سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ إِلىٰ أَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ وَأَنَّ مَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً**﴾ (بخاری: ۶۱۲۶) ''جس نے نیکی کا ارادہ کیا اور عمل کرلیا، تو اسے اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے دس نیکیوں سے لے کر سات سو تو کیا بے شمار نیکیاں لکھے گا اور جس نے برائی کا ارادہ کیا اور عمل کرلیا، تو اللہ تعالیٰ اسے صرف ایک گناہ لکھے گا''۔

مسلمانوں نے حساب وکتاب اور اعمال کے جزا وسزا پر اجماع کیا ہے اور یہی حکمت کا تقاضا بھی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرمائیں، رسول بھیجے اور بندوں پر رسول کی لائی ہوئی شریعت کو ماننا اور اس پر عمل کرنا فرض کیا اور اس کے مخالفین سے جنگ واجب کیا اور ان کے خون، بچے، عورتیں اور اموال حلال کئے۔ اب اگر حساب نہ ہو اور نہ جزا وسزا ہو، تو یہ سارے امور عبث ومہمل شمار ہوں گے، جس سے رب حکیم پاک ومنزہ ہے۔ اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا ہے: ﴿**فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِيْنَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ**

الْـمُـرْسَلِيْنَ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِيْنَ﴾ (الاعراف:٦ تا ٧)''ہم ان سے ضرور سوال کریں گے جن کے پاس رسول بھیجا گیا تھا اور خود رسولوں سے بھی ہم ضرور سوال کریں گے اور ان پر ہم پورے علم کے ساتھ بیان کریں گے اور ہم کچھ بے خبر نہیں تھے''۔

ثالثاً: جنت وجہنم پر ایمان: یہ دونوں مخلوق کا دائمی ٹھکانہ ہیں، جنت نعمتوں کا گھر ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے ان مومنین اور متقین کے لئے تیار کیا ہے جو ان باتوں پر ایمان لائے ہونگے، جن پر ایمان لانا واجب تھا، اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بجالائے ہونگے اور صرف اللہ کی رضا اور اس کے رسول کے اتباع میں عمل کئے ہونگے۔ جنت میں ہر قسم کی نعمتیں ہوں گی جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا تصور آیا ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے: **﴿إِنَّ الَّـذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ أُوْلٰئِکَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ جَـزَاؤُهُـمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَـا أَبَـداً رَضِـيَ الـلّٰـهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ، ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ﴾** (البینہ: ٧ تا ٨)''جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے یہی لوگ بہترین مخلوق ہیں، ان کے رب کے پاس ان کا بدلہ ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے، یہ سب اس کے لئے جو اپنے رب سے خوف کھائے''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: **﴿فَلاَ تَـعْـلَـمُ نَـفْـسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا**

يَعْمَلُوْنَ﴾ (السجدہ: ۱۷) ''کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کی کیا کیا چیزیں مخفی رکھی گئی ہیں، اس کے جزا کے طور پر جو وہ عمل کرتے تھے''۔

اور جہنم عذاب کا گھر ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں اور کافروں کے لئے تیار کیا ہے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ اس میں مختلف قسم کے عذاب اور سزائیں دی جائیں گی جن کا دلوں میں تصور نہ آیا ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے: **﴿وَاتَّقُوْا النَّارَ الَّتِيْ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ﴾** (آل عمران: ۱۳۱) ''جہنم سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: **﴿إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِيْنَ نَاراً أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِنْ يَسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِيْ الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقاً﴾** (الکہف: ۲۹) ''ہم نے ظالموں کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹ ان کو گھیرے ہوگی، اور اگر وہ فریاد کریں، تو ان کی فریاد ایسے پانی کے ذریعہ سنی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے جیسا ہوگا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، کتنا برا پانی ہے اور کتنا برا ٹھکانہ''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: **﴿إِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكَافِرِيْنَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْراً خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً لَا يَجِدُوْنَ وَلِيّاً وَلَا نَصِيْراً، يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِيْ النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يَالَيْتَنَا أَطَعْنَا اللّٰهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُوْلاَ﴾** (الاحزاب: ۶۴ تا ۶۶) ''اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے جہنم تیار کیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہاں نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ مددگار، جس دن جہنم میں ان کے چہرے الٹے پلٹے جائیں گے وہ کہیں گے کاش ہم نے اللہ کی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی''۔

یوم آخرت پر ایمان کے ضمن میں وہ ساری باتیں داخل ہیں جو موت کے بعد پیش آتی ہیں مثلاً:

(۱) فتنہ قبر: اور وہ یہ ہے کہ میت کو دفن کئے جانے کے بعد اس سے اس کے رب، دین اور نبی کے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ''قول ثابت'' پر ثابت قدم رکھے گا اور وہ جواب دے دیگا کہ میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرا نبی محمد ﷺ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں اور کافروں کو گمراہ کردے گا، کافر کہے گا: ہائے ہائے! مجھے نہیں معلوم۔ اور منافق اور شک میں مبتلا شخص کہے گا: مجھے نہیں پتہ، البتہ میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تھا، میں نے بھی وہی کہا۔

(۲) قبر کا عذاب اور اس کی آسائش: عذاب کافروں، منافقوں اور ظالموں کو ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿**وَلَوْ تَرىٰ إِذِ الظَّالِمُوْنَ فِيْ غَمْرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلائِكَةُ بَاسِطُوْا أَيْدِيْهِمْ أَخْرِجُوْا أَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلىٰ اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُوْنَ**﴾ (الانعام:۹۳) ''اور اگر آپ دیکھیں جب ظالم موت کی شدت میں ہوں گے اور ملائکہ اپنے ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے ہوں گے کہ اپنی جانوں کو نکالو، آج تمہیں ذلت آمیز عذاب سے بدلہ دیا جائے گا، اس وجہ سے کہ تم اللہ پر ناحق بات کہتے تھے اور تم اس کی نشانیوں سے تکبر کرتے تھے''۔ نیز اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کے بارے میں فرمایا: ﴿**اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِياًّ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ**﴾ (غافر:۴۶) ''جہنم پر ان کو صبح وشام پیش

کیا جاتا ہے، اور قیامت کے دن آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو''۔

اور صحیح مسلم میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ تم مُردوں کو دفن کرنا بند کردو گے، تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا کہ وہ تم کو عذاب قبر سنادے جو میں سنتا ہوں، پھر آپ نے ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا: جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔ صحابہ کرام نے کہا: ہم جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو، سب نے کہا: ہم عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ظاہری و باطنی فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرو، سب نے کہا: ہم ظاہری و باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرو، صحابہ نے کہا: ہم دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں''۔

اور قبر کی نعمت و آسائش صرف سچے مخلص مومنوں کے لئے ہوگی۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿**إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ**﴾ (فصلت: ۳۰) ''جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے، تو ان پر ملائکہ اترتے ہیں کہ تم خوف نہ کھاؤ اور نہ غم کرو، بلکہ اس جنت کی بشارت لے لو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿**فَلَوْ لاَ إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ وَأَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ**

لاَتُبْصِرُوْنَ، فَلَوْلاَ إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ تَرْجِعُوْنَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرُوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّةُ نَعِيْمٍ﴾ (الواقعہ:۸۳ تا۸۹) ''کیوں نہیں جب نفس حلقوم تک پہنچ جائے اور تم اسے اس وقت دیکھ رہے ہو، اور ہم تم سے زیادہ اس سے قریب ہوتے ہیں، لیکن تم نہیں دیکھ سکتے، پس اگر تم کسی چیز کے زیر بار نہیں تو تم اسے کیوں واپس نہیں لوٹا لیتے، اگر تم سچے ہو، پس اگر وہ مقربین میں سے ہو تو اس کے لئے راحت، خوشبو اور نعمت بھری جنت ہے''۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جب وہ قبر میں ملائکہ کے سوالوں کا جواب دے چکا ہوگا: ''آسمان سے ایک منادی یہ اعلان کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا، اس لئے اس کے لئے جنت کا بستر ہ بچھا دو، اسے جنت کے کپڑے پہنا دو اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دو''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اس کے پاس جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور اس کے لئے تا حدنگاہ اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے''۔ (احمد وابوداؤد کی لمبی حدیث)۔

یوم آخرت پر ایمان کے عظیم ثمرات وفوائد ہیں، جن میں:

پہلا ثمرہ: یومِ آخرت کے ثواب کی امید میں اطاعت کے احکام بجالانے کی رغبت وحرص۔

دوسرا ثمرہ: آخرت کی سزا کے خوف سے معصیت کے کاموں کو کرنے اور اس سے خوش ہونے سے خوف وڈر۔

تیسرا ثمرہ: مومن کی دنیا فوت ہو جانے سے تسلی وتسکین، کیونکہ اسے آخرت کی نعمتوں اور اجر وثواب کی قوی امید ہوتی ہے۔

کافروں نے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کیا، ان کے خیال میں آخرت ممکن نہیں ہے۔ ان کا یہ خیال بے اصل، بے بنیاد اور باطل ہے اور اس کے بطلان پر شریعت، حس ومشاہدہ اور عقلِ سلیم دلالت کرتے ہیں:

شریعت سے بطلان: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ، قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ**﴾ (التغابن: ۷) ''کافروں نے یہ گمان کیا کہ انہیں دوبارہ ہرگز نہیں اٹھایا جائے گا، اے نبی! آپ کہہ دیجئے: میرے رب کی قسم! تم کو دوبارہ ضرور اٹھایا جائے گا، پھر تمہارے اعمال تمہیں ضرور بتا دیئے جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے''۔ اور بعث بعد الموت پر تمام آسمانی کتابوں کا اتفاق واجماع ہے۔

حس ومشاہدہ سے بطلان: وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں مُردوں کو زندہ کر کے بندوں کو دکھلا دیا ہے، سورۂ بقرہ میں اس کی پانچ مثالیں بیان کی گئی ہیں:

پہلی مثال: موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب ان سے مطالبہ کیا: ''ہم اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو عیاں طور پر دیکھ نہ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دے دی اور پھر زندہ کر دیا، اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا: ﴿**وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوْسىٰ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ، ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ**

بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (البقرہ: ۵۵ تا ۵۶) ''جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہم اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں، پس تم کو تمہارے دیکھتے ہوئے بجلی نے پکڑ لیا، پھر ہم نے تم کو تمہارے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ اٹھا دیا، تاکہ تم شکر کرو''۔

دوسری مثال: اس مقتول کا واقعہ جس کے بارے میں بنی اسرائیل نے اختلاف کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو گائے ذبح کر کے اس کے بعض ٹکڑے کو اس مقتول پر مارنے کا حکم دیا، تاکہ وہ انہیں بتا دے کہ اس کو کس نے قتل کیا تھا، اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **﴿وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْساً فَادَّارَءْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا، كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتىٰ وَيُرِيْكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾** (البقرہ: ۷۲-۷۳) ''جب تم نے ایک آدمی کو قتل کر دیا اور اس کے بارے میں جھگڑنے لگے اور اللہ تعالیٰ اس بات کو نکالنے والا ہے جو تم چھپاتے تھے، ہم نے کہا کہ مقتول کو گائے کے گوشت کے بعض ٹکڑے سے مارو، ایسے ہی اللہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم عقل کرو''۔

تیسری مثال: اس قوم کا واقعہ جو ہزاروں کی تعداد میں تھے، اپنے گھروں سے موت سے بھاگ کر نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دے دی، پھر انہیں زندہ کر دیا۔ ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **﴿أَلَمْ تَرَ إِلىٰ الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ، فَقَالَ لَهُمْ مُوْتُوْا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلىٰ النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ**

لَا يَشْكُرُوْنَ﴾ (البقرہ:۲۴۳) ''کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ اللہ نے ان سے کہا تم مرجاؤ، پھر انہیں زندہ کردیا، بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے، لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے''۔

چوتھی مثال: اس شخص کا واقعہ جو ایک مردہ گاؤں کے پاس سے گزرا، تو اس نے یہ بعید سمجھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندہ کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو سو سال تک کے لئے موت دے دی، پھر اسے زندہ کردیا، اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **﴿أَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا، قَالَ أَنّٰى يُحْيِيْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ، قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْماً أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ إِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْماً، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾** (البقرہ:۲۵۹) ''یا اس شخص کی مانند جس کا گزر اس بستی پر ہوا جو چھت کے بل اوندھی پڑی تھی، وہ کہنے لگا کہ اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اسے کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اسے سو سال کے لئے موت دے دی، پھر اسے زندہ اٹھایا، پوچھا تجھ پر کتنی مدت گزری؟ کہنے لگا: ایک دن یا دن کا کچھ حصہ، فرمایا: بلکہ تو سو سال تک رہا، پھر اب تو اپنے کھانے پینے کو دیکھ کہ بالکل خراب نہیں ہوا، اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو، ہم تجھے

لوگوں کے لئے ایک نشانی بناتے ہیں، تو دیکھ کہ ہم ہڈیوں کو کس طرح اٹھاتے ہیں، پھران پر گوشت چڑھاتے ہیں، جب یہ سب ظاہر ہو چکا تو کہنے لگا: میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے''۔

پانچویں مثال: ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ، جب انہوں نے اپنے رب سے یہ سوال رکھا کہ وہ مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے، انہیں دکھا دے، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں چار پرندوں کو ذبح کرنے، اپنے اردگرد پہاڑوں پر ان کے ٹکڑے رکھنے اور پھران کو بلانے کا حکم دیا، تو وہ دیکھیں گے کہ ہر پرندہ کے ٹکڑے آپس میں مل جائیں گے اوران کے پاس دوڑتے ہوئے آجائیں گے، اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِيْ الْمَوْتىٰ قَالَ أَوَ لَمْ تُؤمِنْ قَالَ بَلىٰ وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ، قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءاً ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِيْنَكَ سَعْياً وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (البقرہ:۲۶۰) ''اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے رب! تو مجھے دکھا دے کہ تو کیسے مُردوں کو زندہ کرتا ہے؟ اللہ نے کہا کہ کیا تمہارا اس پر ایمان نہیں ہے؟ ابراہیم نے کہا: ضرور ایمان ہے لیکن تاکہ میرے قلب کو اطمینان ہو جائے، اللہ نے کہا: تم چار پرندے لو اور انہیں اپنے سے مانوس کرلو، پھر ہر پہاڑ پر ان کے ٹکڑے رکھ دو، پھر انہیں پکارو، وہ تمہارے پاس دوڑ کر آجائیں گے۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے''۔

یہ مشاہدہ میں آئے ہوئے پانچ واقعات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے مُردوں کو زندہ

کرنے پر دلالت کرتے ہیں ۔مزید براں یہ گزر چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بطور معجزہ مُردوں کوزندہ کرتے اور انہیں اللہ کے حکم سے قبروں سے زندہ نکالتے تھے۔

دوبارہ زندہ اٹھائے جانے پر عقل وفہم کی رہنمائی دووجھوں سے ہے:

پہلی وجہ: اللہ تعالیٰ آسمانوں وزمین اوران دونوں کی تمام چیزوں کا ابتدا میں خالق ہے،اور جو ابتدا میں پیدا کرنے پر قادر ہے وہ اسے دوبارہ لوٹانے سے ہرگز عاجز نہیں ہوسکتا۔ارشادربانی ہے: ﴿**وهو الذى يبدأ الخلق ثم يعيده وهو أهون عليه**﴾ (الروم:۲۷) ''وہی اللہ ہے جومخلوق کی ابتدا کرتا ہے، پھراسے دوبارہ لوٹادے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے''۔نیز ارشادالٰہی ہے: ﴿**كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ وَعْداً عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ**﴾ (الانبیاء:۱۰۴) ''جس طرح ہم نے پہلی خلق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم اسے دوبارہ لوٹادیں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے، ہم ضرور کر کے رہیں گے''۔نیز اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی تردید میں فرمایا جس نے بوسیدہ ہڈیوں کے زندہ کرنے کو جھٹلایا تھا: ﴿**قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِىْ أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٍ**﴾ (یٰس:۷۹) ''اے نبی! آپ کہہ دیجئے: اسے وہ اللہ زندہ کرے گا جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ اپنی ہر مخلوق کو جاننے والا ہے''۔

دوسری وجہ: زمین جو مُردہ وبے جان تھی، جس پر نہ کوئی درخت تھا نہ ہریالی، اس پر بارش برستی ہے تو وہ زندہ ہوجاتی ہے اوراس پر ہر قسم کی خوشنما ہریالی اُگ آتی ہے، زمین کے مُردہ ہوجانے کے بعد اسے زندہ کرنے پر جو ذات قادر ہے وہی

مُردوں کودوبارہ زندہ کرنے پربھی قدرت رکھتی ہے، ارشادربانی ہے:﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرىٰ الأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ، إِنَّ الَّذِىْ أَحْيَاهَا لَمُحْيِىْ الْمَوْتىٰ إِنَّهُ عَلىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (فصلت: ۳۹) ''اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تو زمین کو دبی دبائی دیکھتا ہے، پھر جب ہم ان پر پانی برساتے ہیں تو وہ تروتازہ ہوکرابھرنے لگتی ہے، جس نے اسے زندہ کردیا وہی یقینی طور پر مُردوں کوبھی زندہ کردے گا، بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔ نیز ارشادالٰہی ہے:﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكاً فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيْدِ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيْدٌ، رِزْقاً لِلْعِبَادِ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيْتَةً كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ﴾ (ق: ۹ تا ۱۱) ''اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی برسایا اوراس سے باغات اور کٹنے والے کھیت کے غلے پیدا کیئے اور کھجوروں کے بلندوبالا درخت جن کے خوشے تہہ بتہہ ہیں، یہ بندوں کی روزی کے لئے ،اورہم نے پانی سے مردہ شہرکوزندہ کردیا،اسی طرح (قبروں سے) نکلنا ہے''۔

کچھ منحرف لوگ گمراہ ہوگئے اور انہوں نے عذابِ قبراوراس کی آسائش کا انکارکردیا۔ ان کے بزعمِ خویش یہ واقع کے خلاف اورناممکن بات ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگرقبرکوکھول کردیکھا جائے تو مردہ اسی طرح ملے گا جیسا کہ رکھا گیا تھا، قبرمیں کسی قسم کا تغیرنظرنہیں آئے گا نہ وہ کشادہ ہوگی اور نہ تنگ۔ ان کے اس خیال فاسدکوشریعت ،حس ومشاہدہ اورعقل وفہم باطل قراردیتے ہیں:

شریعت سے بطلان: وہ سارے نصوص پہلے بیان کیئے جاچکے ہیں جوعذاب

یا آسائشِ قبر کے ثبوت پر دلالت کرتے ہیں دیکھئے یومِ آخرت پر ایمان کے ضمن میں داخل امور نمبر (۲) ۔ نیز صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ کے بعض باغات سے باہر نکلے، آپ ﷺ نے دو آدمیوں کی آواز سنی جن کو قبر میں عذاب دیا جارہا تھا، اس حدیث میں ہے کہ: ﴿أَنَّ أَحَدَهُمَا كَانَ لَايَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَنَّ الآخَرَ كَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ﴾ (بخاری: ۲۱۳، مسلم: ۲۹۲) ''ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا''۔

حس ومشاہدہ سے بطلان: وہ اس طرح کہ سونے والا خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ ایک عالی شان اور خوشنما مکان میں لطف اندوز ہورہا ہے، یا وہ ایک تنگ وتاریک اور وحشت ناک مکان میں تکلیف اٹھارہا ہے اور بسا اوقات وہ یہ دہشت ناک منظر دیکھ کر بیدار بھی ہوجاتا ہے، حالانکہ وہ اپنے کمرہ میں اور اپنے بستر ہ پر اسی حالت میں سورہا ہوتا ہے جس حالت میں وہ سویا تھا۔ اور نیند موت کا بھائی ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نیند کو ''وفات'' سے تعبیر کیا ہے: ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى﴾ (الزمر: ۴۲) ''اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جنہیں موت نہیں آئی، انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کرلیتا ہے، پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے، انہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقررہ وقت تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے''۔

عقل وفہم سے بطلان: وہ اس طرح کہ سونے والا حالت نیند میں سچا خواب دیکھتا ہے جو واقع کے عین مطابق ہوتا ہے، اور کبھی وہ نبی کریم ﷺ کو آپ کی اصلی صفت میں دیکھتا ہے اور جس نے آپ ﷺ کو آپ کی اصلی صورت میں دیکھا، اس نے آپ ﷺ کو حقیقت میں دیکھا، حالانکہ سونے والا اپنے کمرہ میں اور اپنے بسترہ میں وہاں سے بہت دور ہوتا ہے جو اس نے دیکھا۔ اس لئے جب یہ بات دنیوی حالات میں ممکن ہے تو پھر وہی بات آخرت کے حالات میں ممکن کیوں نہیں ہوسکتی؟۔

البتہ ان کا اپنے خیال میں اس پر اعتماد کرنا کہ اگر وہ قبر کو کھول کر دیکھے تو اسے اسی حالت میں دیکھتا ہے جس حالت میں اسے دفن کیا گیا تھا، قبر کی تنگی یا کشادگی میں سے کچھ بھی اس میں تغیر وفرق نہیں آیا ہے، تو اس کا جواب کئی طریقوں سے ہے:

پہلا جواب: اس طرح کے کمزور شبہات کے ذریعہ اس حقیقت کی مخالفت جائز ودرست نہیں جسے شریعت ثابت مانتی ہے، کیونکہ مخالف اگر شریعت کے دلائل پر اچھی طرح غور کرے، تو اسے ان شبہات کا باطل ہونا معلوم ہوجائے گا، کسی نے سچ کہا ہے:

وَكَمْ عَائِبٍ قَوْلاً صَحِيْحاً آفَتُهُ مِنَ الْفَهْمِ السَّقِيْمِ

''اور کتنے ہی صحیح بات پر عیب نکالنے والے ہیں کہ ان کی یہ آفت صرف کج فہمی کے سبب ہے''۔

دوسرا جواب: برزخ کے حالات امورِ غیبی میں سے ہیں جنہیں حس وشعور ادراک نہیں کرسکتا، اگر حس سے ان امور کا ادراک ہوجائے تو پھر ایمان بالغیب بے معنیٰ ہوجائے گا اور غیب پر ایمان لانے والے مومنین اور اس کا انکار کرنے

والے کافرین برابر ہوجائیں گے اور دونوں گروہوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔

تیسرا جواب: عذاب وآسائش، قبر کی تنگی وکشادگی کا ادراک صرف مُردہ کرتا ہے، دوسرا کوئی نہیں۔ بعینہ اسی طرح جیسے سونے والا خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ وحشت ناک تنگ وتاریک جگہ میں ہے، یا کشادہ اور دل کش مکان میں، جبکہ اس کے پاس والا کچھ بھی نہیں دیکھتا، وہ تو صرف یہ دیکھ رہا ہے کہ اس کا ساتھی اپنے کمرہ اور بستر ہ پر چادر میں لپٹے سو رہا ہے۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے پاس وحی آتی تھی اور آپ ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان ہوتے تھے اور آپ وحی سنتے تھے جبکہ آپ ﷺ کے اصحاب کچھ بھی نہیں سنتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ جبریل انسانی صورت میں آکر آپ سے بات کرتے تھے اور آپ ﷺ کے صحابہ نہ جبریل کو دیکھتے تھے اور نہ ان کی بات ہی سنتے تھے۔

چوتھا جواب: اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت کی حد تک مخلوق کا ادراک محدود ہے، اس کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ہر موجود کا ادراک کرلے، جیسے ساتوں آسمان، زمین اور ان کی ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں، بعض اوقات اللہ تعالیٰ ان کی تسبیح کو اپنے بعض بندوں کو سنوا دیتا ہے، اس کے باوجود یہ حقیقت ہم سے اوجھل ہے۔ اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ**﴾ (الاسراء:۴۴) ''ساتوں آسمان، زمین اور ان کی ساری چیزیں اسی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں، اور کوئی چیز نہیں ہے مگر وہ اس کے

حمد کی تسبیح کرتی ہے، لیکن تم اس کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے''۔مزید براں جن وشیاطین زمین پر چلتے پھرتے رہتے ہیں اور یہ ثابت ہے کہ جن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ کی قرأت سنی اور اپنی قوم کے پاس واپس جا کر ان کو ڈرایا، ان سب حقائق کے باوجود وہ ہم سے اوجھل ہیں۔اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دیکھئے:

﴿يَا بَنِىْ آدَمَ لايَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْءَ اتِهِمَا، إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهُ مِنْ حَيْثُ لاتَرَوْنَهُمْ، إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِيْنَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِيْنَ لايُؤْمِنُوْنَ﴾ (الاعراف: ٢٧)''اے بنی آدم! شیطان تم کو فتنہ میں نہ ڈالے، جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال باہر کیا، وہ ان کا لباس اتروا رہا تھا تا کہ وہ ان کو ان کی شرمگاہ دکھادے، بے شک وہ اور اس کی جماعت تم کو ایسے طور سے دیکھتی ہے کہ تم انہیں دیکھ نہیں سکتے، ہم نے شیاطین کو ان لوگوں کا ولی بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے''۔

جب مخلوق ہر موجود کا ادراک نہیں کر سکتی، تو اس کے لئے ہرگز یہ جائز و درست نہیں کہ وہ ان غیبی امور کا انکار کر دے جو شریعت ثابت بتاتی ہے اور جن کا وہ ادراک نہیں کر سکتے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

تقدیر پر ایمان

''القَدَر'' دال کے زبر کے ساتھ ، اللہ تعالیٰ کے عِلمِ سابق اور حکمت کے تقاضوں کے مطابق کائنات کے اندازہ وتخمینہ اور ''تقدیر'' کو کہتے ہیں۔

تقدیر پر ایمان میں چار باتیں داخل ہیں:

اولاً: اس بات پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ہر چیز کو اجمال وتفصیل دونوں اعتبار سے جانتا ہے، خواہ اس کا تعلق خود اللہ تعالیٰ کے اپنے افعال سے ہو، یا بندوں کے افعال سے۔

ثانیاً: اس بات پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو لوحِ محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔ مذکورہ دونوں باتوں کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کر دیا ہے: ﴿**أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ، إِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابٍ إِنَّ ذٰلِكَ عَلىٰ اللّٰهِ يَسِيْرٌ**﴾ (الحج:٧٠) ''کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے اور اللہ پر یہ بات بہت آسان ہے''۔

صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا: ﴿**كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيْرَ الْخَلْقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ بِخَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ**﴾ (کتاب القدر:٢٦٥٣) ''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر کو آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیا تھا''۔

ثالثاً: اس بات پر ایمان کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر وجود میں نہیں ہوسکتی، خواہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اپنے افعال سے ہو، یا مخلوقات کے افعال سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے افعال کے بارے میں فرمایا: ﴿**وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ وَیَخْتَارُ**﴾ (القصص: ۶۸) ''اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور پسند کرتا ہے''۔ نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿**وَیَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَاءُ**﴾ (ابراہیم: ۲۷) ''اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿**هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْأَرْحَامِ كَیْفَ یَشَاءُ**﴾ (آل عمران: ۶) ''وہی اللہ ہے جو ماں کے رحموں میں تمہاری شکلیں بناتا ہے جیسی چاہتا ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے افعال کے بارے میں فرمایا: ﴿**وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَیْكُمْ فَلَقَاتَلُوْكُمْ**﴾ (النساء: ۹۰) ''اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر ان کو مسلط کر دیتا اور وہ تم سے جنگ کرتے''۔ نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿**لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ**﴾ (الانعام: ۱۳۷) ''اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا کام نہیں کرتے، اس لئے آپ انہیں اور ان کے افتراء کو چھوڑ دیجئے''۔

رابعاً: اس بات پر ایمان کہ تمام کائنات اپنی ذات وصفات اور حرکات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿**اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَكِیْلٌ**﴾ (الزمر: ۶۲) ''اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے''۔ نیز فرمایا: ﴿**وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِیْراً**﴾ (الفرقان: ۲) ''اللہ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کی تقدیر متعین کی''۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے

اپنی قوم سے کہا: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (الصافات:۹۶) ''اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے''۔

مذکورہ تفصیل کے مطابق تقدیر پر ایمان اس بات کے منافی نہیں ہے کہ بندہ کو اپنے اختیاری افعال میں قدرت ومشیئت حاصل ہے، کیونکہ شریعت اور حقیقتِ واقعہ دونوں بندہ کی قدرت ومشیئت کے ثبوت پر دلالت کرتے ہیں:

شریعت کی دلالت: اللہ تعالیٰ نے بندہ کی مشیئت کے بارے میں فرمایا: ﴿فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلىٰ رَبِّهِ مَآباً﴾ (النبأ:۳۹) ''جو شخص چاہے وہ اپنے رب کے پاس ٹھکانہ بنالے''۔ نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (البقرہ:۲۲۳) ''تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ''۔ نیز بندہ کی قدرت کے بارے میں اللہ نے فرمایا: ﴿فَاتَّقُوْا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا﴾ (التغابن:۱۶) ''تم اللہ سے اپنی طاقت بھر ڈرو اور سنو واطاعت کرو''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَايُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ (البقرہ:۲۸۶) ''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے باہر مکلّف نہیں بناتا، اس کے لئے ہے وہ نیکی جو اس نے کمایا اور اس کے خلاف ہے وہ بدی جو اس نے کمایا''۔

واقعہ کی دلالت: کیونکہ ہر انسان جانتا ہے کہ اس کو قدرت ومشیئت حاصل ہے اور انہی دونوں سے وہ کچھ کام کرتا ہے اور کچھ کام کو ترک کردیتا ہے اور انہی سے وہ اس کے درمیان فرق کرتا ہے جو اس کے ارادہ سے سرزد ہوا ہے جیسے چلنا اور

اس کے درمیان جو اس کے ارادہ کے بغیر صادر ہوا ہے جیسے رعشہ وکپکپی۔ البتہ بندہ کی یہ مشیئت وقدرت اللہ تعالیٰ کی مشیئت وقدرت کے تابع ہے اور وہ اس کے بعد ہی واقع ہوتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيْمَ وَمَا تَشَاؤُنَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (التکویر:۲۹) ''یہ نصیحت نامہ اس کے لئے ہے جو تم میں درست راہ پر قائم رہنا چاہے، اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ رب العالمین چاہے''۔ نیز اس لئے بھی کہ پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت قائم ہے اور اس کی بادشاہت میں اس کے علم ومشیئت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

ہمارے بیان کردہ تفصیل کے مطابق تقدیر پر ایمان بندہ کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ تقدیر کا بہانہ بنا کر واجبات وفرائض کو ترک کردے اور معصیت وگناہ کا ارتکاب کرنے لگے، کیونکہ ناجائز کاموں کو کرنے کے لئے تقدیر کو دلیل بنانا متعدد وجوہ سے باطل ہے:

پہلی وجہ: فرمان ربانی ہے: ﴿سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَاأَشْرَكْنَا وَلاَ آبَاؤُنَا وَلاَ حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ، كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُوْنَ﴾ (الانعام:۱۴۸) ''عنقریب وہ لوگ کہیں گے جنہوں نے شرک کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام کرتے، ایسے ہی ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے، یہانتک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا، آپ کہہ

دے دیجئے ، کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے جو تم ہمارے سامنے پیش کرسکو ، تم محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو''۔ معلوم ہوا کہ اگر ان کا تقدیر سے دلیل پکڑنا درست ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب کا مزہ نہ چکھاتا۔

دوسری وجہ: فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿**رُسُلاً مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزاً حَكِيْماً**﴾ (النساء: ۱۶۵) ''خوش خبری سنانے اور ڈرانے کے لئے رسول بھیجے تاکہ رسولوں کے بعد اللہ کے خلاف لوگوں کے پاس حجت نہ ہو، اور اللہ غالب وحکیم ہے''۔ اب اگر تقدیر مخالفین کے لئے حجت ہوتی تو رسولوں کو بھیجنے کے بعد اس کی نفی نہیں کی جاتی، کیونکہ رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ کی تقدیر سے مخالفت ثابت و واقعہ ہے۔

تیسری وجہ: بخاری ومسلم میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں کوئی نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے جہنم یا جنت کا ٹھکانہ لکھ دیا ہے، یہ سن کر مجلس کے ایک آدمی نے کہا: ﴿**أَلَّا نَتَّكِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: لَا! اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ، ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى**﴾ ''اے اللہ کے رسول ! کیا ہم تقدیر پر بھروسہ نہ کرلیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! عمل کئے جاؤ، کیونکہ ہر آدمی کے لئے اس کا عمل آسان کردیا جاتا ہے، پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی: پس جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا''۔ اور مسلم شریف کی روایت میں یہ لفظ ہے: ﴿**فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ**﴾ ''ہر آدمی کے لئے اس کا وہ عمل آسان کردیا جاتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے''۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے عمل کرنے کا حکم دیا اور تقدیر پر بھروسہ کر کے بیٹھ جانے سے منع فرما دیا۔

چوتھی وجہ: اللہ تعالیٰ نے بندہ کو کچھ باتوں کا حکم دیا ہے اور کچھ باتوں سے منع فرمایا ہے اور اسے اس بات کا مکلّف بنایا ہے جس کی وہ طاقت رکھتا ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿**فَاتَّقُوْا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ**﴾ (التغابن:١٦) ''تم اللہ سے اپنی استطاعت بھر ڈرو''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿**لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا**﴾ (البقرہ:٢٨٦) ''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے باہر مکلّف نہیں بناتا''۔

اب اگر بندہ کسی کام کے کرنے پر مجبور ہوتا تو وہ اس بات کا مکلّف ٹھہرتا جسے اٹھانے کی طاقت اس کے پاس نہیں ہے۔ اور یہ سراسر باطل ہے۔ اور اسی وجہ سے جب آدمی سے جہالت، یا بھول کر، یا جبر واکراہ کے سبب کوئی معصیت سرزد ہو جائے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ وہ ایسی صورت میں شرعاً معذور ہے۔

پانچویں وجہ: اللہ تعالیٰ کی تقدیر ایک مخفی راز ہے اور یہ جب ہی معلوم ہو سکتا ہے جب وہ چیز واقع ہو جائے۔ اور بندہ کا کسی کام کے کرنے کا ارادہ اس کام کے کرنے سے پہلے ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ اس کے اللہ کی تقدیر کے علم پر مبنی نہیں ہے، اور جب اس کا کام اللہ کی تقدیر کے علم پر مبنی نہیں ہے، تو اس کا تقدیر سے حجت پکڑنا درست نہیں ہو سکتا، کیونکہ آدمی کے لئے وہ چیز کیسے دلیل بن سکتی ہے جو اس کے علم میں ہے ہی نہیں۔

چھٹی وجہ: ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اپنے دنیوی معاملات میں مناسب ومفید

کاموں کا حریص ہوتا ہے اور اسے حاصل کرنے تک محنت وکوشش کرتا جاتا ہے، وہ ایسا کبھی نہیں کرتا کہ اس سے اعراض کر کے غیر مناسب وغیر مفید کام کرنے لگے اور پھر تقدیر کو اس کے لئے دلیل بنالے۔ پھر وہ دینی معاملات میں مفید کاموں کو چھوڑ کر نقصان دہ کاموں کو کرتا ہے اور اس کے لئے تقدیر کو دلیل بناتا ہے۔ کیا یہ دونوں معاملات ایک جیسے نہیں ہیں؟ اس بات کو آپ ذیل کی مثالوں سے سمجھئے:

پہلی مثال: اگر کسی آدمی کے سامنے دو راستے ہوں، ایک راستہ اسے ایسے شہر کی طرف لے جاتا ہے جہاں لاقانونیت، قتل وغارت گری، عصمت دری اور خوف وہراس اور بھوک کا ماحول ہے۔ اور دوسرا راستہ اسے ایسے شہر کو لے جاتا ہے جہاں نظام وقانون کی بالادستی، امن وامان، خوشحالی، جان ومال کی حفاظت اور عزت واحترام کا راج ہے، تو وہ کس راستہ پر چلے گا؟ یقیناً وہ اس شہر کے راستہ پر چلے گا جہاں نظام وقانون، امن وسکون ہو، کوئی بھی عقل مند ہرگز یہ اقدام نہیں کرسکتا کہ وہ پہلے لاقانون اور مصیبت بھرے شہر میں جائے اور پھر اپنی تقدیر پر الزام عائد کردے۔ پھر وہ آخرت کے معاملہ میں جنت کا راستہ ترک کر کے جہنم کا راستہ کیوں اختیار کرتا ہے اور اس کے لئے تقدیر کو دلیل بناتا ہے؟

دوسری مثال: ہم دیکھتے ہیں کہ طبیب مریض کے لئے کڑوی دوا تجویز کرتا ہے، مگر مریض نہ چاہتے ہوئے بھی اسے پیتا ہے۔ نیز طبیب اس کو نقصان دہ کھانوں سے منع کردیتا ہے، مگر وہ اس کی شدید خواہش کے باوجود اسے ترک کردیتا ہے، وہ یہ ساری تکلیف صرف اپنی شفاء وسلامتی جان کی خاطر کرتا ہے۔ وہ ایسا کبھی

نہیں کرتا کہ دوا کھانے سے رک جائے، یا نقصان دہ کھانوں کو کھانے لگے اور پھر اس کے لئے تقدیر کو دلیل بنائے۔ پھر انسان کیوں اللہ و رسول کے حکم کو ترک کر دیتا ہے، یا ان کے منع کردہ کاموں کو کرتا ہے اور اس کے لئے اپنی تقدیر کو حجت بناتا ہے؟؟

ساتویں وجہ: تقدیر سے دلیل پکڑ کر فرائض کو چھوڑنے والے، یا معاصی کو کرنے والے پر اگر کوئی شخص ظلم و زیادتی کرے، اس کا مال چھین لے، یا اس کی بے حرمتی و بے ادبی کرے اور پھر تقدیر سے دلیل پکڑے اور کہے کہ تم مجھے ملامت نہ کرو، میرا تم پر ظلم کرنا اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری تقدیر میں یہی لکھا ہوا ہے، تو وہ شخص اس کی اس دلیل کو قبول نہیں کرے گا۔ جب وہ اپنے اوپر دوسرے کے ظلم والے معاملہ میں تقدیر سے حجت کو قبول نہیں کرتا، تو پھر کیسے اللہ کے حقوق پر اس کے اپنے ظلم والے معاملہ میں اسی تقدیر سے حجت پکڑتا ہے؟؟

یہ واقعہ مشہور ہے کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک چور کا معاملہ پیش ہوا جو ہاتھ کاٹے جانے کی سزا کا مستحق تھا۔ آپ نے ثبوت کی روشنی میں اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس چور نے کہا: اے امیر المومنین! ذرا انصاف کے ساتھ فیصلہ کیجئے میں نے تو چوری اس لئے کی تھی کہ میں چوری کرنے پر مجبور تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہی میری تقدیر میں لکھا تھا۔ (پھر آپ کے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ مجھ پر ظلم ہے)، یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہماری تقدیر میں یہی لکھا ہے کہ ہم تمہارا ہاتھ کاٹ ڈالیں''۔

تقدیر پر ایمان کے بہت سارے عظیم ثمرات و فوائد ہیں جن میں:

پہلا ثمرہ: اسباب اختیار کرتے وقت اللہ تعالیٰ پر اعتماد وتوکل۔ وہ اس طرح کہ آدمی صرف اسباب پر اعتماد نہیں کرتا، بلکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے، کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تقدیر ومشیئت سے ہے۔

دوسرا ثمرہ: حصول مقصد کے وقت آدمی خود پسندی میں مبتلا نہیں ہوتا۔ کیونکہ مقصد کا حصول اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے خیر وکامیابی کے اسباب مقدر کئے اور اس کا خود پسندی میں مبتلا ہونا اس کو اس نعمت کا شکر بجالانے سے غافل ودور کردیتا ہے۔

تیسرا ثمرہ: اللہ تعالیٰ کی تقدیر اس پر نافذ وجاری ہونے پر نفسیاتی سکون واطمینان۔ اس لئے وہ محبوب ترین چیز فوت ہوجانے، یا ناپسندیدہ امور پیش آنے سے رنجیدہ وپریشان نہیں ہوتا، کیونکہ یہ سب اس اللہ کی تقدیر سے ہوتا ہے جس کی بادشاہت آسمان وزمین میں ہے اور وہ لامحالہ پیش ہوکے رہے گا۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿**مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيْبَةٍ فِيْ الأَرْضِ وَلاَ فِيْ أَنْفُسِكُمْ إِلاَّ فِيْ كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ ذٰلِكَ عَلىٰ اللّٰهِ يَسِيْرٌ لِكَيْلاَ تَأْسَوْا عَلىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلاَ تَفْرَحُوْا بِمَا آتَاكُمْ وَاللّٰهُ لاَ يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ**﴾ (الحدید: ۲۲ تا ۲۳) ''نہ کوئی مصیبت زمین میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں، مگر اس کے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے، یہ کام اللہ پر بالکل آسان ہے، تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہوجایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اِترا جاؤ، اور اِترانے والے

شیخی خوروں کو اللہ پسند نہیں کرتا''۔ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿**عَجَباً لِأَمْرِ الْمُؤمِنِ إنَّ أمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إلَّا لِمُؤمِنٍ، إنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَفَكَانَ خَيْراً لَهُ، وَإنْ أصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْراً لَهُ**﴾ (مسلم: ۲۹۹۹) ''مومن کا معاملہ نہایت عجیب ہے، اس کا سارا معاملہ خیر ہی خیر ہے اور یہ شرف مومن کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوشی پہنچتی ہے تو شکرادا کرتا ہے، جو اس کے لئے خیر ہے۔ اور جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے، جو اس کے لئے خیر کا باعث بن جاتی ہے''۔

تقدیر کے باب میں دو گروہ گمراہ ہو گئے ہیں:

پہلا گروہ: ''جبریہ'' ہے جو یہ کہتا ہے کہ بندہ اپنے عمل میں مجبور محض ہے، اس کو نہ قدرت حاصل ہے اور نہ ارادہ ومشیئت۔

دوسرا گروہ: ''قدریہ'' ہے جو یہ کہتا ہے کہ بندہ اپنے عمل میں مستقل بالذات ہے اور اس میں اللہ کی قدرت ومشیئت کا کوئی عمل دخل نہیں۔

پہلے گروہ ''جبریہ'' کا جواب دو طرح سے ہے، ایک شریعت سے، دوسرا حقیقتِ واقعہ سے:

شریعت سے رد: وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کے لئے ارادہ ومشیئت دونوں ثابت کیا ہے اور اس کی طرف عمل کو منسوب کیا ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿**مِنْكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الآخِرَةَ**﴾ (آل عمران: ۱۵۲) ''تم میں بعض دنیا چاہتا ہے اور بعض آخرت''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿**وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ**

رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ، إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِيْنَ نَاراً أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا﴾ (الکھف:۲۹) ''آپ کہہ دیجئے حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، ہم نے ظالموں کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے جس کی لپیٹ ان پر چھائی ہوئی ہے''۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيْدِ﴾ (فصلت:۴۶) ''اور جو نیک عمل کرے وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جو برا عمل کرے وہ اس پر وبال ہے اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے''۔

حقیقتِ واقعہ سے رد: وہ اس طرح کہ ہر انسان اپنے اختیاری و غیر اختیاری افعال کے درمیان فرق جانتا ہے، مثلاً وہ اختیاری افعال جو اس کے اپنے ارادہ سے صادر ہوتے ہیں جیسے کھانا پینا، خرید و فروخت، کے درمیان اور وہ افعال جو اس کے ارادہ کے بغیر سرزد ہوتے ہیں مثلاً بخار کی وجہ سے رعشہ و کپکپی، چھت سے گر پڑنا، کے درمیان اچھی طرح فرق جانتا ہے، کیونکہ پہلی قسم کا کام وہ اپنی مرضی اور بلا کسی جبر واکراہ کے اپنے ارادہ سے کرتا ہے۔ اور دوسری قسم کے افعال میں وہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا اور جو کچھ اس کے ساتھ پیش آیا ہے وہ اس کے ارادہ کے بغیر ہوا ہے۔

دوسرے گروہ ''قدریہ'' کا رد بھی دو طرح سے ہے، ایک شریعت سے اور دوسرا عقلِ سلیم سے۔

شریعت سے رد: وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز اس کی مشیئت سے ہی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کیا ہے کہ بندوں کے

افعال اللہ کی مشیئت سے واقع ہوتے ہیں، ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ﴾ (البقرہ:۲۵۳) ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے بعد والے اپنے پاس کھلی دلیل آجانے کے بعد آپس میں جنگ نہ کرتے، لیکن انہوں نے اختلاف کیا، ان میں بعض ایمان لائے اور بعض نے کفر کیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں جنگ نہ کرتے، بلکہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ﴾ (السجدہ:۱۳) ''اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو ہدایت دے دیتے، لیکن میری بات حق ہو چکی ہے کہ میں جہنم کو جنوں اور تمام انسانوں سے پُر کروں گا''۔

عقلِ سلیم سے رد: وہ اس طرح کہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور انسان بھی اس کائنات کا ایک حصہ ہے، اس لئے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا مملوک وغلام ہوگا اور مملوک کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ مالک کی ملکیت میں اس کے اذن ومشیئت کے بغیر تصرف کرے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

اسلامی عقیدہ کے اغراض واہداف

''ہدف'' کے لغت میں کئی معنیٰ ہیں ، ایک معنیٰ اس نشانہ کے ہے جس پر تیر چلاتے ہیں۔ نیز ہر ''مقصد'' کو ہدف کہتے ہیں۔

اسلامی عقیدہ کے اہداف اس کے وہ پاکیزہ اغراض اور عظیم مقاصد ہیں جو اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے اور سختی کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہونے سے حاصل ہوتے ہیں اور وہ بہت زیادہ ہیں۔ ذیل میں ہم بعض مقاصد واغراض کو بیان کرتے ہیں :

پہلا مقصد: نیت میں اخلاص اور صرف اللہ تعالیٰ کی بے آمیز وخالص عبادت وبندگی۔ کیونکہ وہی خالق ہے اس کا کوئی شریک نہیں ، پس ضروری ہے کہ صرف اسی کی طرف توجہ اور صرف اسی کی عبادت کی جائے۔

دوسرا مقصد: عقل وفکر کی بے مقصد و بے ہنگم رائے سے آزادی ، جو قلب کے اسلامی عقیدہ سے خالی ہونے کے سبب پیدا ہوجاتی ہے، کیونکہ جس کا دل صحیح عقیدہ سے خالی ہو، اس کا دل یا تو تمام عقائد سے خالی ہوتا ہے اور وہ صرف ایک مادہ پرست بن کے رہ جاتا ہے، یا عقائد کی گمراہیوں اور خرافات میں لڑھکتا چلا جاتا ہے۔

تیسرا مقصد: فکری ونفسیاتی امن وسکون اور اطمینان۔ چنانچہ قلب میں کوئی قلق ہوتا ہے اور نہ فکر میں کوئی اضطراب ، کیونکہ یہ عقیدہ مومن کو اپنے خالق سے ملا دیتا ہے ، پھر وہ اپنے خالق کو رب ، مدبر کائنات ، حاکم وشارع مان کر راضی ہوجاتا ہے۔ اب اس کا قلب اللہ کی تقدیر پر مطمئن ہوجاتا ہے، اس کا سینہ اسلام

کے لئے کھل جاتا ہے اور وہ اس کا بدل نہیں تلاشتا پھرتا۔

چوتھا مقصد: اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی، یا مخلوق کے ساتھ معاملات میں قصد وعمل کے انحراف و بے راہ روی سے مومن محفوظ ہو جاتا ہے، کیونکہ اس عقیدہ کی بنیادوں میں سے ایک رسولوں پر ایمان بھی ہے، جن کے طریقوں پر چلنا قصد ونیت اور عمل کی سلامتی کی ضمانت وگارنٹی ہے۔

پانچواں مقصد: معاملات میں ہوشیاری اور بھرپور کوشش کا مظاہرہ۔ اس طرح سے کہ ثواب کی امید میں عمل صالح کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا اور سزا کے خوف سے گناہ کے موقعوں سے کوسوں دور رہتا ہے۔ کیونکہ اسلامی عقیدہ کی بنیادوں میں سے ایک دوبارہ اٹھائے جانے اور اعمال کے جزا وسزا پر ایمان بھی ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿**وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ**﴾ (الانعام:۱۳۲) ''ہر شخص کا درجہ اس کے عمل کے لحاظ سے ہے اور آپ کا رب ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے''۔ اور نبی کریم ﷺ نے اپنے فرمان میں اس مقصد کی طرف متوجہ کرنے کے لئے لوگوں کو ترغیب دی ہے:

﴿**اَلْمُؤمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلىٰ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤمِنِ الضَّعِيْفِ، وَفِيْ كُلٍّ خَيْرٌ، اُحْرُصْ عَلىٰ مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَاتَعْجِزْ، وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَاتَقُلْ لَوْ أَنِّيْ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلٰكِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَاشَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ**﴾ (مسلم:۲۶۶۴)

''طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر اور اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے اور دونوں

ہی میں خیر ہے۔ اس بات کے حریص بنو جو تمہیں فائدہ پہنچائے اور اللہ سے مدد مانگو اور کمزور مت بنو۔ اور اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچ جائے تو یہ مت کہو کہ ''اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ایسا ہوتا''، بلکہ یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہی مقدر کیا تھا اور اس نے جو چاہا کیا، کیونکہ لفظ ''اگر'' وسواسِ شیطانی کا دروازہ کھولتا ہے''۔

چھٹا مقصد: ایک طاقتور اور مضبوط امت تیار کرنا جو اپنے دین کو غالب کرنے اور اس کے ستونوں کو مضبوط کرنے میں ہر قیمتی و سستی چیز کو خرچ کرنے پر آمادہ و تیار ہو جائے اور اس راستہ میں اسے جو بھی تکلیف آئے اس کی کچھ بھی پرواہ نہ کرے۔ اسی سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے: ﴿**إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أُوْلٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ**﴾ (الحجرات: ۱۵) ''درحقیقت مومن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انہوں نے کوئی شک نہیں کیا اور اپنی جانوں و مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی سچے لوگ ہیں''۔

ساتواں مقصد: افراد و جماعتوں کی اصلاح سے دنیا و آخرت کی سعادت و کامرانی، ثواب و مقام عزت حاصل کرنا۔ اسی سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے: ﴿**مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ**﴾ (النحل: ۹۷) ''جو شخص بھی نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور ہم ان کو ان کا اجر اس سے بہتر دیں گے جو وہ

عمل کرتے تھے''۔

یہ اسلامی عقیدہ کے بعض اغراض ومقاصد ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان عقائد سے سرخروئی کا تاج پہنائے گا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَصَلیّٰ اللّٰهُ عَلیٰ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلیٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ أجْمَعِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإحْسَانٍ إلیٰ يَوْمِ الدِّيْنِ .

محمد بن صالح العثیمین

ترجمانی

مشتاق احمد کریمی

موسس وصدر الہلال ایجوکیشنل سوسائٹی کٹیہار

بہار ۔ انڈیا

ترجمہ سے فراغت: ۲۴/۳/۱۴۱۹ھ مطابق ۱۸/۷/۱۹۹۸ء

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆

فہرست مضامین

تَمَّتْ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَصَلّٰى اللّٰهُ عَلىٰ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ